۲۲۵

چھوٹے اور اہم دس

مکاتیب بسلسلۂ تبلیغ

۶

مکاتیب محمودیہ

نو مکاتیب کا مجموعہ

از حضرت مولینا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

صدر مفتی دار العلوم دیوبند (یوپی)

ضیاء الدین اصلاحی متعلم دار العلوم دیوبند

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت اور تبلیغی کام

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت ان چند برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہے۔ جو ایام طالب علمی اور تبلیغ کے ابتدائی دور سے ہی کام میں دلچسپی اور حصہ لیتے رہے۔ اور جہاں بھی رہے۔ اپنے تعلیم و تدریس اور افتار جیسے مشاغل کے ساتھ مرکز سے وابستہ رہے۔ اور اسی کے زیر سایہ کام کرتے رہے۔ اور اب بھی دار العلوم میں وقتاً فوقتاً طلباء میں خطاب فرمایا کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے بھی اور اس حیثیت سے کہ وہ ملک کے سب سے بڑے دینی ادارے کے صدر مفتی ہیں۔ اور اُن کے پاس تبلیغی جماعت سے متعلق بھی سوالات آتے رہتے ہیں۔ جنکے جوابات ان کو دینے پڑتے ہیں۔ ان خطوط کی جو اہمیت ہو سکتی ہے وہ اہل فکر و نظر سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

ہم حضرت مفتی صاحب کے ان خطوط کی صورت میں اس گرانقدر عطیہ پر بہت ہی مشکور و ممنون ہیں۔

(فجزاہ اللہ عنہ خیر الجزاء)

مکتوب (۱۳)

استفتاء

ذیل کے مسائل میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں، براہ کرم حوالہ احادیث روایت کا مکمل جواب دیں۔؟

(۱) یہ کہ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس یا پچیس ہزار کم وبیش انبیاء آ اس دنیا میں آئے اور سب نے دینِ حق کی دعوت دی اور گشت کیا اور یہ گشت کرنا سنت ہے یا نہیں ؟

مبلغین حضرات اکثر اپنے گشت کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گشت کرنا سنت تمام انبیاءؑ کی ہے اور اور اس گشت کے کرنے کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی اسکی فضیلت سات لاکھ ہو جائے گی، لفظ "گشت" کرنا سنت ہے یہ کیسے ثابت کیا جائے ؟

حوالۂ حدیث سے جواب دیں اسکا کہیں ذکر ہو گا بھی تو وہ بہت ضعیف حدیث یا روایت ہو گی۔

(۲) اللہ کے راستے میں نکل کر ہر نیک عمل سات لاکھ بن جاتا ہے، خرچ، نماز، ذکر، قرآن اور ہر نیکی سات لاکھ بن جاتی ہے۔ نظام الدین مرکز کے اکابرین کہتے ہیں کہ یہ ۱۴ روایتوں سے منقول ہے۔ مسند احمد، مشکوٰۃ شریف، اور ترغیب وترہیب کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں۔ تو ازراہ کرم صفحہ نمبر، باب یا فصل یا اور کسی کتاب کا حوالہ سے آگاہ کریں

(۳) کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ، نماز کی دعوت، دینِ حق کی دعوت مسلمانوں کو دیتے تھے یا کفاروں کو؟ اور یہ تبلیغی مسلمانوں کو کلمہ اور نماز پڑھاتے پھرتے ہیں۔ کیا مبلغین اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے یہ شک کرتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو ہی مسلمان سمجھتے ہیں تو اسکا کیا جواب ہے مدلل دلیل کے ساتھ جواب دیں۔

الجواب! حامداً ومصلیاً۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں میں تبلیغ بھی ہے اور تعلیم بھی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے یاأیّھا الرّسولُ

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

الآیۃ ۔ سورۃ المائدہ ۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ

بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ

وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ الآیۃ

سورۃ آل عمران ۔ آپ ﷺ نے دونوں ہی کام کیے ہیں تبلیغ کے لئے دوسروں کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور تعلیم کے لئے دوسرے لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں "تبلیغ" کے معنیٰ ہیں پہونچانا ۔ اس کے لئے مبلّغ کو جانا ہوتا ہے ۔ "تعلیم" کے معنیٰ ہیں علم سکھانا اسکے لئے سیکھنے والے کو معلّم کے پاس آنا ہوتا ہے ۔ یہ دونوں کام اُمت کے سپرد بھی فرمائے ۔ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً الحدیث ۔ اخیر خطبہ میں ارشاد فرمایا الا فلیبلغ الشاہد الغائب الحدیث ۔ یعنی جو شخص حاضر ہے جسنے براہ راست مجھ سے دین سیکھا ہے اسے وہ غائب تک پہونچادے ذیل کے ہر ہر جزو حکم کی تبلیغ صحابۂ کرام نے کی ہے ۔

اس لئے کہ دین کا ہر حکم امانت ہے اس کا پہونچانا ضروری ہے بعض چیزیں ایسی بھی تھیں

کہ بعض صحابۂ کرام نے بالکل اپنی اخیر حیات میں بیان
فرمائی ہیں کہ کہیں یہ امانت ہمارے ذمہ باقی نہ رہجائے
حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس
میں حاضر ہو کر جس نے ایک دفعہ صدق دل سے کلمہ
پڑھ لیا وہ مؤمن کامل بن گیا اسکا درجہ اتنا بلند ہے کہ
بعد والوں کو بھی میسر نہیں۔ پھر اس کے دل میں
ایسی لگن پیدا ہو جاتی تھی کہ وہ سارا دین سیکھنے کیلئے
بے چین ہو جاتا تھا اور خود حاضر ہو کر یا جس طرح بھی
اسکو ممکن ہو دین سیکھتا تھا ایک ایک حکم بتانے اور
پہونچانے کے لیۓ اس کے پاس جانے کی نوبت نہیں
آتی تھی۔ تاہم بعض احکام دوسروں تک پہونچانے
کے انتظامات کئے کبھی کسی کو متعین کیا گیا کہ گشت کرکے
فلاں حکم پہونچادو کبھی لوگوں کو بلا کر جمع کر لیا گیا پھر حکم
سُنا دیا گیا کبھی حج کے موقع پر آدمی بھیجے گئے کہ فلاں حکم
کا اعلان کردو وغیرہ وغیرہ اسکے علاوہ کلمۂ طیبہ کے پڑھنے
کا حکم سب ہی صحابہؓ کو دیا گیا اور فرمایا گیا کہ اپنے ایمان
کی تجدید کرتے رہا کرو لاالہ الا اللہ پڑھکر اس کا یہ مطلب

تبلیغی گشت مروجہ سراسر

تو گویا آپ کے نزدیک گشت اور تعیین مسلہ کا مروجہ طریقہ سنت ہے پس یہ انتظامی امر نہ رہا -

نہیں کہ (معاذ اللہ) کہ ان حضرات میں ایمان موجود نہیں
تھا ... یہاں دارالعلوم میں بھی بعض حضرات معلم
ہیں انکی درسگاہ میں علم سیکھنے کے لئے طلبہ حاضر ہوتے ہیں
اور بعض حضرات مبلّغ ہیں کہ وہ مختلف مقامات پر خود سفر
کرکے جاتے ہیں اور دین پہونچاتے ہیں ۔

آج یہ بات نہیں کہ جسنے کلمہ پڑھ لیا اسمیں دین سیکھنے
کی لگن پیدا ہو جائے یا وہ خود اپنی جگہ ایمان کی تجدید میں
لگا رہے ۔ عربی مدارس جگہ جگہ خدا کے فضل سے قائم ہیں
تعلیم کا انتظام ہے، مگر دین کی لگن نہ ہونے کی وجہ سے بہت
کم آدمی اپنے بچوں کو علم سیکھنے کے لئے بھیجتے ہیں ۔

مسجدیں ویران ہیں، مسلمانوں کا محلہ ہونے کے باوجود
کتنی مساجد ایسی ہیں جنمیں اذان وجماعت کا اہتمام نہیں
کسی مسجد میں تنہا ایک شخص اذان کہتا ہے اور نماز پڑھ لیتا
ہے کسی میں دو تین نمازی ہو جاتے ہیں، ضلع کے ضلع
ایسے ملیں گے جنمیں کوئی عالم نہیں حافظ نہیں بہت سے علاقے
ایسے ہیں جنمیں بسنے والے مسلمانوں کو دین کی بنیادی چیزیں
کلمہ وغیرہ بھی معلوم نہیں صورت وشکل چال و چلن رسم و

رواج کسی چیز سے بھی اسلام ظاہر نہیں ہوتا۔ رمضان
المبارک کا مہینہ آتا ہے اور وہاں خبر تک نہیں ہوتی
پانچ وقت کی نماز تک بھی غائب ہے تو پھر تراویح کا کیا
ذکر ہے۔ ہوٹل کھلے ہوئے ہیں اور خدا کے قانون (روزہ)
کو علی الاعلان توڑا جا رہا ہے۔ یہ صحیح ہے

ان سب حالات کے پیش نظر دین حاصل کرنے کی
لگن پیدا ہونا ضروری ہے اس تبلیغ کا حاصل یہی ہے
کہ دین سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو جائے

کلمہ پڑھنے پڑھانے سے یہ ہرگز تصور نہ کریں کہ مسلمانوں
کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا ہے۔ کلمہ پڑھکر اور پڑھاکر اسکا
مطلب اور مطالبہ سمجھایا جاتا ہے اور جنکو کلمہ صحیح یاد نہیں
انکا کلمہ صحیح کرایا جاتا ہے جنکو نماز یاد نہیں انکو نماز یاد
کرائی جاتی ہے جنکو مطلب معلوم نہیں انکو مطلب سمجھایا جاتا ہے
اسکی بدولت بے شمار آدمی کلمہ سیکھ گئے۔ نمازیں سیکھ گئے
نمازیں پڑھنے لگے حج میں کام کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا
حج صحیح طریقہ پر ادا ہونے لگا۔ لوگوں میں دین کا عام چرچا
ہو گیا جگہ جگہ مکتب و مدرسہ قائم ہو گئے بڑی عمر کے لوگوں میں

دین سیکھنے کے لئے سفر کرنے کا رواج ہو گیا، بکثرت لوگ زکوٰۃ دینے لگے حرام معاملات سے پرہیز کرنے لگے

خدا کے راستے میں جدّ و جہد کے لئے جو شخص نکلے اسکے واسطے ہر نیکی کا ثواب سترلاکھ والی حدیث حضرت علی، ابو الدرداء، ابو ہریرہؓ، ابو امامہ، ابن عمر، جابر، عمران ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

من ارسل بنفقة فی سبیل اللہ واقام فی بیتہ فلہ بکل درھم ومن غزا بنفسہ فی سبیل اللہ وانفق فی وجھۃ ذالک فلہ بکل درھم سبع مأتہ الف درھم، ثم تلا ھذہ الآیۃ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ

اس مضمون کی اور حدیثیں بھی ہیں جمع الفوائد ج ۲ صفحہ ۳ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ۵ صفحہ ۲۸۲ پر ملاحظہ فرمائیں یہ روایات اصالۃً غزوہ احد جہاد سے متعلق ہیں مگر جہاد کا مفہوم قتال سے عام ہے۔ تو اس عموم میں مدارس قائم کرنا اور تعلیم دینا

حررہ العبد (مفتی) محمود عفی عنہ (مدظلہ)

دار العلوم دیوبند یکم ذی الحجہ ۸۹ھ

مکتوب (۱۴) استفتاء ۲

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و شرح متین مندرجہ ذیل مسائل میں ؟

(۱) قرآن حکیم اور حدیث شریف کی روشنی میں موجودہ "تبلیغی جماعت" کی حیثیت کیا ہے ؟

(۲) جو مسلمان "تبلیغی جماعت" میں داخل نہیں ہوتا اور نہ گشت و چلہ کرتا ہے اسکے لئے شرع کا کیا حکم ہے ؟

(۳) جو اصطلاحی عالم کسی دینی مدرسہ یا حکومت سے منظور شدہ مدارس سب درس نظامی کی تعلیم و تعلّم و خطابت یا قرآن و حدیث خیرالانام کی نشر و اشاعت کرتا ہو یا عالم با عمل مجاز یا خلیفہ ء سلاسل ہر چہار میں منسلک ہو کر خانقاہ میں منوسلین و مسترشدین کی تعلیم و تربیت کرتا ہو اور موجودہ تبلیغی جماعت سے کوئی واسطہ نہ رکھتا ہو ایسے اشخاص و افراد کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کر رہے ہیں یا دین اسلام کے مخالف شمار ہو سکتے ہیں۔ ؟

(۴) تبلیغی جماعت میں داخل ہو کر امریکہ، انگلینڈ، ایشیا، یورپ وغیرہ ممالک کی سیر و سیاحت کے مقصد کو گشت میں پنہاں کر کے اور " اِنفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا الخ الآیۃ " کے تحت نکلنا کیسا ہے یہ گشت از روئے شرع واجب ہے یا سنت یا مستحب ؟

(۵) جو شخص عربی زبان سے واقف نہ ہو اور کسی مستند درسگاہ یا نظامی کا فارغ التحصیل بھی نہ ہو ایسے شخص کا مذہبی مجامع و مجالس میں عالمانہ، فقیہانہ، قائدانہ، و مصلحانہ، حیثیت سے قرآن و حدیث بیان کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۶) ایسا شخص یا ایسے افراد جو عام طور پر تبلیغی جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر علماء اصطلاحی کی شان میں گستاخانہ حاکمانہ پیرائے میں یہ استعمال کرے کہ مولویوں " کیلئے جی " سات پچلے " ہیں اور عوام کے لئے صرف تین پچلے ہیں عوام کے سامنے ایسا بیان کرنا کیسا ہے ؟

(بیّنوا توجروا)

السائل: ....نمبر ۳۲ چاندنی چوک سٹریٹ

کلکتہ ۱۳

۱۲ر شعبان سنہ ۹۰ھ

الجواب:- حامداً و مصلیاً۔

(۱) یہ دین کے سیکھنے، پختہ کرنے، اشاعت کا ایک ذریعہ ہے
اصول کے ساتھ کیا جائے تو تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ
بے حد مفید ہے

(۲) اس کا جو فائدہ ہے اسکو حاصل نہیں ہوگا۔

(۳) نہ وہ مخالف سنت ہیں نہ مخالف اسلام ہیں۔

(۴) اگر نیت سیر و سیاحت کی ہے اور تبلیغ کو پردہ بنایا
ہے تو یہ بنیادی غلطی ہے تبلیغ کے نمبروں میں سے ایک بہت
اہم نمبر تصحیح نیت ہے اس سیر و سیاحت کے سفر پر "انفروا
خفافاً و ثقالاً الآیۃ" پڑھکر آمادہ کرنا غلط ہے آیت کا محمل
دوسرا ہے۔

(۵) اگر وہ صحیح مضامین بیان کرتا ہے حدود سے تجاوز
نہیں کرتا تو مضائقہ نہیں اہل علم حضرات ایسے شخص کی
تقریر میں جو غلطی دیکھیں اصلاح فرمائیں اور اس مقرر
کو لازم ہے شکریہ کے ساتھ اصلاح کو قبول کرے لیکن
ایسا کم ہوتا ہے کہ ایسا شخص پورے حدود کی رعایت کرسکے

اس لئے عامۃً تبلیغی جماعت کو چھے نمبروں کے ساتھ مقید کر دیا جاتا ہے اور جو شخص جسقدر ترقی کرتا جائے مضمون میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ بعض آدمی عربی سے ناواقف ہونے کے باوجود کئی کئی گھنٹے تقریر کر لیتا ہے اور آیات و احادیث کے مطالب کو بھی پورے طور پر صحیح صحیح بیان کر دیتا ہے اور کبھی ہمارے درس نظامی کے بعض فارغ شدہ پرانے مقررین جنکا کام ہی شب و روز سفر کرنا اور تقریر کرنا ہے اپنی تقریریں موضوع روایات اور غلط حکایات بیان کر جاتے ہیں۔ وقت ضرورت انکی نشان دہی بھی کیجاتی اور انکے متعلق سوالات بھی آتے رہتے ہیں کہ فلاں واعظ صاحب نے فلاں آیت یا فلاں روایت کا یہ مطلب بیان کیا ہے اور فلاں بات کو حدیث کہکر بیان کیا ہے اور فلاں مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے مگر اس کی وجہ سے تمام فارغ شدہ مقررین سے کلیتۃً اعتماد ختم نہیں کیا جا سکتا اور ہر ناواقف تبلیغی آدمی کی تقریر پر کلیتہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(۶) گستاخانہ و حاکمانہ "پیرایہ اختیار کرنا تبلیغ کے بنیادی اصول" اکرام مسلم کے بھی خلاف ہے جو ایسا

کرتے ہیں وہ تبلیغ کی روح کو نقصان پہونچاتے ہیں۔

"عوام کے لئے تین چلہ اور مولوی کے لئے سات چلے یہ توگستاخی نہیں بلندیٔ مقام کے لئے ہے" مناظرہے

عوام کے لئے معمولی ضروری دینی مسائل کا سیکھ لینا کافی ہے۔ مگر مولوی کو دس سال درس نظامی میں صرف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ عوام کے لئے بہشتی زیور کا پڑھنا کافی ہے۔ مولوی کے لئے ہدایہ اور بخاری وغیرہ کا پڑھنا بھی ضروری ہے اور عمر بھر کتابوں میں لگا رہنا ضروری ہے اس لئے کہ مولوی کی ذمہ داری بڑی ہے اسکے لئے مدت بھی زیادہ چاہیے۔

اس قسم کی چیزیں مشائخ کی خانقاہوں میں بھی سنی ہیں کہ مولوی کے لئے معمولی مجاہدہ کافی نہیں بہ نسبت عوام کے اسکو بہت زیادہ مجاہدہ کرنا ہوتا ہے اس فقرہ کو بلا وجہ ہمیشہ گستاخی پر حمل کرنا بھی نہیں چاہیے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ ۸/۱۰/۱۷ھ

مکتوب (۱۵) استفتاء ۳

سوال:۔ آج کل جو تبلیغی جماعت کام کر رہی ہے اُس جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک امیر جماعت، متکلم اور رہبر مقرر کیے جاتے ہیں۔ امیر کے ماتحت جماعت قریہ بہ قریہ شہر بہ شہر کام کر رہی ہیں یہ طریقہ پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں یا صحابہ رضؓ کے زمانہ میں تھا یا نہیں۔ اگر اس زمانہ میں طریقۂ تبلیغ موجودہ زمانہ کی تبلیغ کے مطابق نہ ہو تو یہ کام جو نیا ایجاد کیا گیا ہے کس امر میں داخل ہے یعنی بدعت ہے یا بدعت حسنہ؟

نوٹ:۔ یہ معلوم کریں کہ آیا ہم لوگ صرف امت مسلمہ ہی کو اسلام کی تبلیغ کرنا چاہئے یا غیر اقوام میں بھی اسلام کی تبلیغ کرنی لازم ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نفس تبلیغ کا حکم تو کتاب و سنت میں موجود ہے اور ہر زمانہ میں اُس پر عمل بھی ہوتا رہا۔ البتہ ہر زمانہ کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں

کے قلوب میں مفید طریقہ القاء فرماتے رہے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ جمع ہوتے اور وہ احادیث سُناتے۔ مسائل بتایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ ہفتہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں ممبر کے قریب کھڑے ہوکر احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت تمیم داری رضؓ ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت عبادہ رضؓ، ابو درداءؓ بھی مستقلاً تبلیغ کیا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے کوفہ سے حضرت عمر رضؓ کے پاس خط لکھا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کو یہاں بھیج دیجئے تبلیغ کیلئے۔ اس پر حضرت عمر رضؓ نے بھیجا تو عبداللہ ابن مسعودؓ ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لیکر تشریف لے گئے... پھر ایک وقت آیا کہ احادیث کو لکھا گیا اور کتابی شکل دی گئی۔ جگہ جگہ حدیث سُنانے کے حلقے ہوتے تھے۔ بعض محدثین کے حلقے میں ایک لاکھ یا اس سے زائد آدمی موجود رہتے تھے (یہ سب مخاطبین مسلمان ہوتے تھے) پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے

مکتوب (۱۵)

استفتاء ۳

سوال:۔ آج کل جو تبلیغی جماعت کام کر رہی ہے اُس
جماعت کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں ایک امیر جماعت،
متکلم اور رہبر مقرر کیے جاتے ہیں۔ امیر کے ماتحت جماعت
قریہ بہ قریہ شہر بہ شہر کام کر رہی ہیں یہ طریقہ پیغمبر علیہ السلام
کے زمانہ میں یا صحابہ رضی کے زمانہ میں تھا یا نہیں۔ اگر اس زمانہ
میں طریقۂ تبلیغ موجودہ زمانہ کی تبلیغ کے مطابق نہ ہو تو یہ کام
جو نیا ایجاد کیا گیا ہے کس امر میں داخل ہے یعنی بدعت ہے
یا بدعت حسنہ ؟

نوٹ:۔ یہ معلوم کریں کہ آیا ہم لوگ صرف امت مسلمہ ہی کو
اسلام کی تبلیغ کرنا چاہئے یا غیر اقوام میں بھی اسلام کی
تبلیغ کرنی لازم ہے یا نہیں ؟

جواب:۔ نفس تبلیغ کا حکم تو کتاب و سنت میں موجود ہے
اور ہر زمانہ میں اُس پر عمل بھی ہوتا رہا۔ البتہ ہر زمانہ کے
حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں

کے قلوب میں مفید طریقہ القاء فرماتے رہے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ جمع ہوتے اور وہ احادیث سُناتے۔ مسائل بتایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہفتہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں ممبر کے قریب کھڑے ہو کر احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت تمیم داری رضؓ ہر جمعہ کو خطبہ شروع ہونے سے پہلے احادیث سنایا کرتے تھے۔ حضرت عبادۃ رضؓ، ابو درداءؓ بھی مستقلاً تبلیغ کیا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے کوفہ سے حضرت عمر رضؓ کے پاس خط لکھا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کو یہاں بھیج دیجئے تبلیغ کیلئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے بھیجا تو عبداللہ ابن مسعودؓ ڈیڑھ ہزار کے قریب اپنے تلامذہ کو لیکر تشریف لے گئے... پھر ایک وقت آیا کہ احادیث کو لکھا گیا اور کتابی شکل دی گئی۔ جگہ جگہ حدیث سُنانے کے حلقے ہوتے تھے۔ بعض محدثین کے حلقے میں ایک لاکھ یا اس سے زائد آدمی موجود رہتے تھے (یہ سب مخاطبین مسلمان ہوتے تھے) پھر ایک وقت آیا کہ مشائخ نے

تصوف اور توجہ باطن کے ذریعہ تبلیغ کی۔ علماء نے مدارس
قائم کئے، واعظین نے وعظ کہے۔ اور سب طریقے امت میں متواتر
غرض یہ امت کسی وقت بھی مجموعی حیثیت سے فریضۂ
تبلیغ سے کلیتہً غافل نہیں رہی اور ہر ہر طریقۂ تبلیغ نہایت
مؤثر و مفید ثابت ہوا۔ اُن میں کوئی طریقہ غلط نہیں۔ آج
کے دور میں تبلیغی جماعت کا طریقہ اصول کی پابندی کے
ساتھ نہایت مؤثر و مفید ہے۔ جسطرح مدارس کے
عمل کو نیا طریقہ کہکر غلط نہیں کہا جاسکتا۔ مسلمان کا
اپنے اسلام میں پختہ ہونا لازم ہے۔ پھر اُس کی غیر مسلموں
میں تبلیغ نافع (فائدہ والی) ہوگی ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ خود
اسی طرف مائل نہ ہو جائے۔ موجودہ جملہ طرق تبلیغ سے غیر
مسلموں میں بھی فی الجملہ تبلیغ ہوتی ہے اور مستقلاً بھی
ان میں تبلیغ کی ضرورت ہے اور اس کا سلسلہ
بھی جاری ہے۔ فقط۔

واللہ اعلم بالصواب

مکتوب (۱۶)

الاستفتاء ۴

السَّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اما بعد: عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں بروزِ جمعرات تبلیغی جماعت آئی اور بعد نمازِ مغرب ان میں سے ایک صاحب نے تقریر کی جس میں گاؤں کے بہت سے لوگ شریک تھے اور میں بھی موجود تھا۔ لائق مقرر نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مکہ معظمہ میں نصرت نہیں ہوئی جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی تب دین پھیلا، دین دراصل مدینہ منورہ ہی سے پھیلا ہے۔ لائق مقرر کی اس بات کو سنکر مجھکو بہت رنج ہوا کیونکہ میرے ذہن میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کچھ واقعات ہیں مثلاً جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمزور مسلمانوں کو اپنے روپیہ سے آزاد کرانا یا خانہ کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں کپڑا ڈالکر کھینچنے والے کو ہٹاتے ہوئے جری طرح مار کھانا اور بوقت ہجرت سردارِ دوجہاں کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں چلنا اور پشت مبارک پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھلا کر جنے

بالکل غلط ہے دین شروع ہی سے ہجرت سے پہلے ہی پھیلنا شروع ہوا۔ البتہ ہجرت کے بعد زیادہ پھیلا اور فتح مکہ کے بعد پھیلا [illegible] پوری دنیا میں پھیلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد [illegible] پھیلا [illegible] کہ ہجرت سے پہلے [illegible] پھیلا۔ اسے مطلق ہجرت سے قبل کی نفی کرنا [illegible] کرنا جہالت ہے۔

چلنا وغیرہ جناب سیدنا حضرت حمزہؓ و جناب سیدنا حضرت عمرؓ کا مسلمانوں کو لیکر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنا اور دوسرے حضرات سے بھی اس قسم کے افعال سرزد ہوئے ہونگے میں تو ان واقعات کو نصرت ہی سمجھتا ہوں درخواست یہ ہے کہ میری رہبری فرمائی جاوے کہ کیا میں یہ غلط سمجھتا ہوں ایسے بھی واقعات میرے ذہن میں ہیں کہ مکہ معظمہ میں ان لوگوں نے بھی مسلمانوں کی اور جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی ہے جو اسوقت مشرف باسلام نہ ہوئے تھے مثلاً طائف سے لوٹتے وقت مطعم ابن عدی نے کی یا ترک تعلقات کے وقت وہ پانچ اشخاص نے کی یہ ضرور ہے کہ وہ امداد حمایت اسلام میں نہ سہی رشتہ داری یا اور کسی بنا پر مبنی ہوگی حالانکہ مدینہ منورہ میں تو شاید ہی کوئی ایسی مثال ہو کہ دل میں اسلام کا داعیہ نہ ہو اور امداد کی ہو رہا دین کا پھیلانا لائق مقرر نے فرمایا دین مکہ سے نہیں پھیلا بلکہ مدینہ منورہ سے پھیلا تو میں سمجھتا ہوں واقعی دین تعداد اور گنتی کے لحاظ سے مدینہ منورہ سے پھیلا اور جناب انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت امداد کی اور تن من دھن سے ساتھ دیا لیکن ہم

کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ جناب مہاجرین رضوان اللہ علیہم
اجمعین کے رشتہ دار لڑائیوں میں سامنے ہوتے تھے اور وہ
حضرات ان سے لڑتے تھے جیسا کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ
نے اپنے باپ کا سر کاٹ دیا تھا اور دوسرے حضرات نے بھی بہت
کچھ کیا ہوگا۔ اس سے میرا مطلب جناب مہاجرین حضرات
کی فضیلت ہے اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی
جگہ بہت بڑے ہیں اور انکے کارنامے رہتی دنیا تک بے مثال
ہیں دین کی اشاعت بھی مکہ معظمہ رہتے ہوئے بھی جناب
سیدنا ابوبکر صدیق رضی کی کوششوں سے ایک جماعت
مشرف باسلام ہوئی اور دوسرے حضرات نے بھی
کوششیں کی ہونگی یہ ضرور ہے کہ مکہ معظمہ میں
مخالفوں کا بہت زور تھا اور وہ انکے عزیز رشتہ دار تھے
حالانکہ مدینہ منورہ میں شاید کوئی ایسی مثال نہ ہو کہ
کوئی مشرف باسلام ہوا اور عزیز رشتہ داروں نے
اس پر سختی کی ہو ہاں باہر کے دشمنوں کا بہت زور تھا
اندر منافقوں وغیرہ سے ہر وقت بے اطمینانی تھی مجھے اس
بات کا بہت رنج ہے کہ عام مجمع میں کھڑا ہو کر یہ کہنا

کہ مکہ معظمہ میں نصرت نہیں ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ
حضرات مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نصرت نہیں
کی اور دین بھی مکہ معظمہ سے نہیں پھیلا لہذا درخواست ہے
کہ میری وجہ سے تکلیف کو گوارہ فرما کر میری رہبری فرمائی جائے

فقط

.... ساکن نگلہ
تحصیل موانہ ضلع میرٹھ
(یوپی)

الجواب حامداً ومصلیاً۔

اگر آپ ذرا وسعت حوصلہ سے کام لیں اور ان مقرر صاحب کے کلام کا وہ محمل (خواہ وہ محمل نہ ہو) تجویز کرلیں جو آپ کے نظریہ کا بھی خلاف نہ ہو تو آپ کا رنج سب ختم ہوجائے

مقامی حضرات جو کچھ جدوجہد اور دینی خدمت کرتے ہیں وہ ایسا ہے جیسا کہ انکا اپنا اصلی کام فرض منصبی ڈیوٹی انکی محنت بہت وزنی اور قیمتی ہوگی اگر ایسے لوگ باہر جائیں اور وہاں کے آدمی انکا استقبال کریں اور انکے کام میں

اور دونوں میں کوئی بھی مراد ہو تو بات غلط ہے نصرت ہوئی۔ جب مکہ میں رہے تب بھی نصرت ہوئی اور مدینہ میں گئے تب بھی نصرت ہوئی۔ اور اگر کہا جائے کہ مکہ میں زیادہ نصرت ہوئی تو بعید نہ ہوگا

نصرت کریں تو وہ تھوڑی نصرت بھی کام کو بہت جلد آگے
بڑھائے گی، مہاجرینؓ نے دین کی خاطر وہ وہ مشقتیں
برداشت کی ہیں جو دوسروں کے بس کی نہیں انکو درجات
وہ ملے جہاں تک دوسرے نہیں پہونچ سکتے ان حضرات
کے مدینہ منورہ پہونچنے بعد وہاں کے حضرات نے جو اُن کا
ساتھ دیا اس کا نام نصرت ہے اس اصطلاح کے اعتبار
سے یہ کہنا صحیح ہے کہ نصرت ہے اور دین کی جس قدر اشاعت
بصورت وفود اور بصورت غزوات وسرایا مدینہ طیبہ سے
ہوئی ہے وہ مکہ مکرمہ سے نہیں ہوئی حتیٰ کہ اسی نصرت کی
بدولت مکہ مکرمہ فتح ہوگیا ان نصرتوں میں بھی مہاجرینؓ کی
ہدایات کے ماتحت اور بکثرت انکی سرکردگی وامارت میں
خدمات انجام دیگئے ہیں۔ یعنی مدینہ پاک میں جو دین کی خدمات
ہوئی ہیں وہ تنہا انصار کی نہیں ہیں اُنمیں بھی مہاجرین
پیش پیش ہیں ہاں مہاجرین کو قوت اور کام میں سہولت زیادہ
تر انصار کی نصرت واعانت سے حاصل ہوئی مکہ مکرمہ میں ۱۳
سال کی مدت میں چند حضرات ایمان لائے اگرچہ وہ اس قدر
بلند رتبہ ہیں کہ دوسرے لوگ وہاں تک پہونچ سکتے لیکن مدینہ

منورہ پہونچکر دس سال کی مدت میں سارا جزیرہ عرب
اسلام سے مالا مال ہو گیا اور مکہ شریف کے وہ ازلی دشمن
جو سدِ راہ بنے ہوئے تھے وہ مختلف غزوات میں مغلوب
و ختم ہو گئے اور جنکے لئے ہدایت مقدر تھی انہوں نے اسلام
قبول کر لیا اور جزیرہ عرب ہمیشہ کے لئے کفر سے محفوظ
ہو گیا اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسکے باوجود

مہاجرین مہاجرین ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور انصار انصار
ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) علاوہ اس اصطلاحی مفہوم نصرت
کے دوسری بات یہ ہے کہ مقرر صاحب کے کلام کا مطلب
یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اکابر صحابہ مہاجرینؓ نے دین کی خدمت
اور نصرت نہیں کی معاذ اللہ انکے خدمت و نصرت کا تو قرآن
پاک میں اعتراف ہے احادیث میں صراحتاً ذکر ہے تاریخ
کی کتابیں بھری ہوئی ہیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی ادنیٰ
مسلم بھی انکی خدمت و نصرت کا انکار کرے بلکہ کوئی غیر
مسلم تاریخ داں بھی انکار نہیں کر سکتا پھر آپ ایسا مطلب
کیوں مراد لیتے ہیں کم از کم اتنا تو دیکھیں مقرر جب انکی
ہجرت کا معترف ہے تو یہ ہجرت خود اتنی بڑی خدمت و

نصرت ہے کہ جس کی تعریف قرآن کریم میں بار بار آئی ہے
اور مقرر بھی یہی کہتا ہے کہ جب نصرت اور ہجرت جمع ہوئی
تب دین پھیلا لامحالہ اس کی یہ مراد نہیں جو آپکے لیے رنج
دہ ہے آپ یہ مطلب مراد لیجئے کہ مکہ مکرمہ کے عام باشندوں
نے نصرت نہیں کی بلکہ دین کی راہ میں ہر طرح کی رکاوٹیں
ڈالیں چند مخصوص مقبول صحابہ کرامؓ خدمت کرنے
والے تھے اور دشمن اُنکو ہر طرح ستاتے اور اذیت
دیتے تھے مدینہ پاک کا یہ ماحول نہیں تھا وہاں پہونچ
کر یہ رکاوٹیں نہیں رہیں اور آزادی کے ساتھ دین
پھیلا۔ اسکا حاصل یہ نکلا مکہ مکرمہ میں نصرت نہ کرنے
والوں کے مصداق مشرکین اور اعداء دین ہیں نہ کہ
مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نصرت حقیقی اللہ پاک کی طرف سے ہوتی ہے اور اس
عالم اسباب میں اشاعتِ دین کے لئے یہ تدبیر تجربہ سے
بہت مفید و مؤثر ثابت ہوئی ہے کہ لوگ اپنے مقام سے
دین کے خاطر سفر کریں جیسے مہاجرینؓ نے سفر کیا اور
مدینہ طیبہ کے لئے اور جہاں جائیں وہاں کے لوگ

کیونکہ یہ مطلب مراد نہیں۔ جو مراد قائل کی ہو وہ مراد لی جاتی ہے ... اور یہی کی دلیل ہیں ...

انکے ساتھ اس کام میں پورا تعاون کریں جیسے کہ انصارؓ نے کیا تھا اس سے انشاءاللہ تعالیٰ اپنا دین بھی پختہ ہوگا اور اشاعت بھی زیادہ ہوگی مگر اصول کی پابندی بہرحال ضروری ہے اصول چھوڑنے میں منفعت کم اور مفسدہ زیادہ ہوگا فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

مکتوب (۱۷) استفتاء ۵

حضرت مفتی صاحب دارالعلوم عرض وگذارش یہ ہے کہ ایک سال قبل آپ سے ایک استفتا کیا گیا تھا جو تبلیغی جماعت سے متعلق تھا آپ نے نہایت اطمنان بخش جواب دیا پھر کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح کا ایک ارشاد کتاب مسمیٰ بہ "دینی دعوت" نظر کے سامنے ہے جس صفحہ ۲۳۶ پر یہ تحریر ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موصوف نے اپنے عزیز

مولوی ظہیر الحسن صاحب (ایم اے علیگ) سے فرمایا جو ایک وسیع النظر عالم بھی ہیں۔ ظہیر الحسن میر امد علی کوئی پاتا نہیں لوگ سمجھ تے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے میں قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں، ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا میاں ظہیر الحسن، ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔

نوٹ:۔ دینی دعوت کتاب کی عبارت پر لکیر کھینچ دی گئی ہے دو سال پیشتر جو استفتار کیا گیا تھا اسمیں اور موجودہ تحریر کردہ عبارت میں بہت ہی بڑا فرق ہے دماغ پریشانیوں سے دوچار ہو رہا ہے علاوہ اسکے کتاب مسمیٰ "اصول دعوت تبلیغ" بھی سامنے پڑی ہے جو حضرت مولانا عبدالرحیم شاہ قبلہ کی تقریر کا مجموعہ ہے۔ مولوی نور محمد صاحب چندینی نے جمع فرمایا صفحہ ۱۵۰ پر کی عبارت نے تو میرے دماغ کو خراب کر دیا عبارت یہ ہے۔ "وہ آیات و احادیث جو جہاد سے متعلق ہیں اسکو موجودہ تبلیغ پر چسپاں کیا جاتا ہے۔ اس عبارت پر مولانا موصوف نے تبلیغی جماعت کے لوگوں سے دلیل بھی طلب کی ہے کہ جہاد کی آیتوں اور احادیث کو

موجودہ تبلیغ پر چسپاں کرنے سے پہلے دلیل دینی چاہئے
کس قدر تضاد ہے امید کہ شافی جواب دیکر بے چینی
کو دور فرمائیں - اب تو میں مذکورہ عبارت کو دیکھکر اس
نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ یہ جماعت بھی بے کار ہے -

۱۶ رجب ۸۹ھ ۲۸ ستمبر ۶۹ء

الجواب :- حامداً و مصلیاً -

اس خط کشیدہ عبارت اور گذشتہ فتوی کی جس عبارت میں بڑا فرق آپکو محسوس ہوتا ہے - بہتر یہ تھا کہ اس فتوی کو بھی ساتھ بھیج دیتے تاکہ دونوں کو دیکھ کر سمجھ لیا جاتا اور جواب دیا جاتا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا نہ اس فتوی کا نمبر لکھا نہ تاریخ تاکہ رجسٹر نقول میں اسکو تلاش کر لیا جاتا -

یہ بات صحیح ہے کہ اس تبلیغی کام کا مقصد تحریک صلوۃ تک محدود نہیں بلکہ مقصد کی توضیح و تشریح خود حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے جو کچھ فرمائی وہ یہ ہے -

ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا

سکھا دیا جاوے یہ تو ہمارا اصل مقصود ہے رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف ب ت، ہے یہ عبارت کتاب چھ باتیں دو کے آخیر میں "تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایت کے تحت ۳ پر منقول ہے اس پر کوئی اعتراض ہو تو لکھیئے۔ شاید نئی قوم پر اشکال ہے۔ تو سنئے کہ دنیا میں ایک قوم شب و روز تجارت کی جدّ وجہد میں لگی ہوئی ہے اس کی تمام قوتیں اور صلاحیتیں اسمیں خرچ ہوتی ہیں مکان میں ہے تو یہی تذکرہ ہے مسجد میں ہے تب بھی ذہن اسی فکر سے خالی نہیں سفر ہے تو اسی لئے ہے غرض مقصد حیات خواہ عملی طور پر ہی سہی، یہی قرار دے رہا ہے ایک قوم زراعت میں مشغول ہے الی غیر ذالک۔

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کا مقصد یہ ہے کہ ایک قوم ایسی پیدا ہو جس کا مقصد حیات دینی جدوجہد ہو اسکی ہر قوت اور ہر صلاحیت اسی لئے ہے۔ ایک روز، تین روز، چلّے، برس، عمر ہی، اس کے لئے وہ طلب فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ تمام دنیا میں اس مقصد کے لئے چلت پھرت

کا عام مشغلہ ہو جاوے۔ اور اسی مقصد کو اصل قرار دیکر
دوسرے مقاصد ضمنی ہو جائیں اس پر کیا اعتراض ہے؟
کتاب "اصول دعوت تبلیغ" میرے پاس نہیں ہے اور نہ میں نے
پڑھی اس کا اعتراض آپ نے نقل کیا ہے جواب اس کا یہ ہے
کہ دو چیزیں ہیں ایک خدا کے راستے میں قتل ہو جانا اس کا
اجر و ثواب جو ہے وہ تو اسی سے حاصل ہو گا اور دوسری چیز ہے جہاد
تو اس کا مفہوم قرآن و حدیث کی روشنی میں بہت عام ہے
دین کے لئے جو کچھ بھی ہے جدّوجہد ہے وہ جہاد ہے۔
حتیٰ کہ دین کی تعلیم دینا، تصنیف کرنا، وعظ کہنا، مخالفین
اسلام کے اعتراضات کا جواب دینا، مسئلہ بتانا سب ہی جہاد
ہے وہ قتل ہونے کے ساتھ مخصوص نہیں اسلئے امام نووی رحم
نے جہاد کی ۱۳ قسمیں لکھی ہیں قرآن پاک میں ہے۔
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا " اور ہے
يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ ۔ اور حدیث شریف میں ہے
رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر۔ آپ چونکہ عالم
ہیں اسلئے توجہ کی ضرورت نہیں سمجھی آپ خود سمجھتے ہیں کہ
یہاں جہاد سے کیا مراد ہے؟ لہذا جہاد کو تلوار کے ساتھ

خاص کر دینا قرآن و حدیث کی رو سے غلط اور بلکل
غلط ہے بلکہ جہاد کی آیات و احادیث عام ہیں سب
قسموں کو شامل ہیں اسطرح خروج فی سبیل اللہ کا
مفہوم بھی عام ہے۔ حدیث میں ما اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ
حرمہ اللہ النار۔ کو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الجہاد
ص ۳۹۴ میں بھی بیان کیا ہے اور جمعہ کی نماز کے بیان
میں بھی لیا ہے ص ۱۳ یعنی کہ جمعہ کی نماز کے لئے جانے پر
وہی اجر ہے جو کہ قتال فی سبیل اللہ کے لئے جانے پر
ہے کیا آپ حضرت امام بخاری پر بھی اعتراض فرمائینگے
فقط والسلام

مکتوب (۱۸) — استفتاء ۶

۴۸۶

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیان شرع متین
مسئلہ ذیل میں ؟

آنجناب کو بخوبی علم ہوگا کہ مدت مدید سے تبلیغی جماعت
کے نام سے ایک جماعت ہندوستان و بیرون ہندوستان میں تبلیغ
کا کام کر رہی ہے اور اب تو اسکا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا

جار ہا ہے۔ غالباً شاید ہی دنیا کا کوئی گوشہ ہوگا جہاں یہ کام نہ ہو رہا ہو۔ بفضلہ تعالیٰ احقر کا بھی بار بار اس سلسلہ میں کئی مقامات پر جانا ہوا ہے مگر عینی مشاہدہ ہوا ہے کہ جن لوگوں کی تبلیغی جماعت سے وابستگی کو ۲۰،۲۰-۲۵-۲۵-۲۵- سال ہو گئے انکے اندر نماز جیسی اہم ترین عبادت کے آداب و لوازمات خشوع خضوع کی بات ذرا بھی نہیں پائی گئی انکا محور صرف چھ نمبر ہیں جو کہ زبانی سنائے جاتے ہیں اور لوگوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ تم بھی زبانی یاد کرو اور عملی طور پر بس ــــ اور ایک خاص بات یہ کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ نبیوں والا کام ہے کیا اس طریقہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء نے تبلیغ کا کام کیا ہے اگر ایسا ہے جیسا کہ یہ لوگ فرماتے ہیں تو ہمارے اسلاف کرام و علماء سابقین رحمہم اللہ اجمعین اس طریقہ تبلیغ کے تارک رہے اور تارک سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رہے اور ایسا ہونا بعید از فہم اور ناممکن۔ بڑے کرم جواب بالتفصیل دیجئے گا کیا واقعی یہ نبیوں والا کام ہے۔

فقط والسلام المستفتی خادم العلماء، پیر معاصی ......

الجواب:۔ حامدًا ومصلیاً۔

چھ نمبروں کو زبانی سُنا دینے اور دوسروں کو یاد کرا دینے پر اکتفا کر لینا اور بقیہ اخلاق و اعمال سے صَرفِ نظر کرنا بڑی کوتاہی ہے تبلیغ کا مقصد یہیں تک محدود نہیں۔ ہر عمل صالح میں اخلاص پیدا کرنا ضروری ہے جو کہ تمام اعمال صالحہ کی جان ہے اعمال صالحہ کا سیکھنا بھی ضروری ہے ان پر پابندی بھی ضروری ہے۔ انمیں اخلاص کی کوشش بھی ضروری ہے بہت سے اللہ کے بندوں کو یہ دولت نصیب بھی ہو جاتی ہے جو محروم رہتے ہیں وہ اپنی کوتاہی کی بنا پر محروم رہتے ہیں۔ انکو اس کی طرف توجہ اور اسمیں محنت کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی محروم نہیں رہیں گے۔

ان چھ نمبروں کی کوشش کے ساتھ دیگر امور ضروریہ کی طرف بھی انکو توجہ دلانے کی ضرورت ہے اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ انکے ساتھ تشریف لے جاتے ہی ہیں۔ آپ انکو متوجہ کیا کریں اسی طرح دیگر اخلاص والے جائیں تو وہ بھی متوجہ کیا کریں جو شخص شریک کار ہوتا ہے

ع ص مگر اس طرز تفہیم و تبلیغ مروجہ اس کی گنجائش کہاں کب اور کہاں ہے۔ حضرت شیخ الحدیث اپنی کتاب تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات [illegible] ہر زمانہ میں کہ عالم یا وعظ کہتا تھا ہے مگر تبلیغی اسفار میں اور تبلیغی جلسوں اجتماعات میں وہ بھی اس پابند ہیں۔ کہ تبلیغ کے چھ نمبروں کے علاوہ اس اجتماع میں دوسری چیزیں نہ چھیڑیں۔ اور عملاً بھی ہو رہا ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ پھر آپ یہ قول فرماتے ہیں۔

اس کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ خدا نے چاہا تو آپ کا
اجر زیادہ ہو جائے گا جتنے آدمیوں میں آپ کی کوشش
سے اخلاص، خشوع، خضوع پیدا ہو گا وہ آپ کے
نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا ہر جماعت کے امیر کو
اگر توجہ دلائی جائے کہ وہ بار بار تنبیہ کرتے رہا کریں تو
جلد نفع کی توقع ہے۔

انبیاء علیہم السلام عموماً اور ہمارے آقائے نامدار حضرت
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً معلم بنا کر بھیجے گئے
اور دین سیکھنے اور سکھانے کی ذمہ داری سب پر ڈالی گئی
پھر اس کے طریقے مختلف رہے شروع میں نہ آج کل کی طرح
دینی مدارس تھے نہ خانقاہیں نہ ضخیم کتابیں تصنیف کرنے
کا سلسلہ تھا نہ وعظ و تقریر کے جلسے ہوتے تھے نہ انجمنیں بنانے
کا دستور تھا بلکہ زبانی ہی سیکھنے اور سکھانے کا عموماً
معمول تھا اصحاب صفہ نے بھی اسی طرح سیکھا اور
جہاں جہاں آدمی بھیجے گئے مثلاً حضرت ابو الدرداءؓ حضرت
عبادہؓ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اسی طرح سکھاتے تھے
حضرت سعد بن وقاص کی درخواست پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا ڈیڑھ ہزار آدمیوں کی بڑی جماعت کو ساتھ لیکر گئے۔ اور تمام علاقہ کوفہ میں دین سکھانے کا انتظام فرمایا پھر احادیث جمع کرنے اور لکھنے کا رواج ہوگیا۔ تو انکے ذریعہ سے دین سکھایا گیا پھر مدارس قائم کئے گئے انکے ذریعہ سے سکھایا گیا اور اس جیسے طریقے سب جائز ہیں اور مفید ثابت ہوئے۔

لیکن اوّل اوّل جو طریقہ تھا وہ بلا کتاب کے ہی تھا اور ہر زمانے میں بلا کتاب ہی سیکھنے اور سکھانے کا دستور باقی رہا اگرچہ قرنِ اوّل کی طرح نہیں تھا۔ مگر فنا کبھی نہیں ہوا۔

اب تبلیغی جماعت کے مساعی سے اللہ پاک نے پھر اس طریقہ کو رواج عام دیدیا لہٰذا یہ کہنا بھی درست ہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے یعنی بغیر مدرسہ و کتاب کے زبانی دین سیکھنے اور سکھانے کی کوشش کرنا اور اپنی زندگی کو اسکے لئے وقف کردینا طریقہ انبیاء ہے مگر دین سیکھنے کے جو دوسر طریقے ہیں انکو ناجائز کہنا، جائز نہیں اور انکو حقیر سمجھنا بھی جائز نہیں اور اصول تبلیغ کے بھی خلاف ہے

اس سے پورا پرہیز لازم ہے اور ہر مسلم کا اکرام اور علمی دینی خدمت کرنے والوں کا اکرام بھی لازم ہے۔ فقط واللہ الموفق لما یحب و یرضیٰ۔ حررہٗ العبد محمود غفی عنہ دیوبند ۲۶؍۹؍۹۳ھ

نوٹ:- اس پر دوبارہ خط آیا جسکو استفتاء نمبر ۵ میں ذکر کیا ہے صفحہ ۱۱۹ پر

مکتوب (۱۹) استفتاء

حضرت اقدس دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گزارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ ایک استفتاء بسلسلۂ موجودہ تبلیغی جماعت آیا ہے۔ دو کا جواب اپنی سمجھ کے مطابق لکھدیا ہے۔ تیسرے کے جواب میں تردُّد ہے حضرت والا تینوں کے بابت اپنی تحقیق تحریر فرمائیں کیونکہ وقتی اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہم لوگوں سے بعض لوگ مشورہ بھی کرتے ہیں اسکی شرعی حد اگر معلوم ہو جائے تو اسکی رعایت کرتے ہوئے مشورہ دیں گے۔

(۱):۔ بعض فارغ شدہ مولوی موجودہ صورت تبلیغ میں شریک ہونا فرض کہتے ہیں انکا کہنا درست ہے یا نہیں اسکی کوئی اصل فقہی تحریر فرمائیں۔؟

(۲):۔ خانقاہ اور مدارس سے موجودہ صورت تبلیغ افضل ومندوب ہے یا نہیں اسکو بھی مدلل تحریر فرمائیں۔

(۳):۔ اہل حضرات کا تبلیغ میں لگنا وقتی اعتبار سے زیادہ بہتر ہے

یا تعلیم میں لگنا، دینی رجحانات پامال ہو چکے ہیں مدارس جو چل رہے تھے وہ ٹوٹ رہے ہیں خانقاہیں ویران ہو رہی ہیں۔ دینی رجحانات اگر عام ہو جائیں تو سب زندہ ہو جائیں گے۔ اس اعتبار سے وقتی طور پر اہل حضرات کا تبلیغ میں لگ کر دینی رجحان پیدا کرنا ہزاروں مدارس اور خانقاہوں کو آباد کرنے سے زیادہ بہتر ہے یا تعلیم میں لگنا۔

المستفتی..........

الجواب۔ حامِداً ومُصَلّیاً۔

عقائد حقّہ، اخلاق فاضلہ، اعمالِ صالحہ کی تحصیل فرض ہے۔ اور حسب حیثیت انکی تبلیغ و اشاعت بھی لازم ہے۔ مگر تحصیل و تبلیغ کی کوئی معین و مشخص صورت علی الاطلاق لازم نہیں کہ سب کو اسکا مکلف قرار دیا جائے۔ مدارس، خانقاہوں، انجمنوں، کتابوں، رسالوں اخباروں، مواعظ، مذاکرات، تقاریر، مجالس، تعلیمات، توجہات، اور انکے علاوہ بھی جو جو صورتیں مفید و معین ہوں انکو اختیار کیا جا سکتا ہے۔ جب تک ان میں کوئی قبح و مفسدہ نہ ہو۔ مختلف استعداد رکھنے والوں کے لئے کوئی خاص صورت اسہل و انفع ہو اسکا انکار بھی

[illegible]

مکابرہ ہے اور اس خاص صورت کو سب کے لئے لازم کر دینا بھی تضییق و تحجیر ہے۔ اگر کسی فرد یا جماعت کے لئے اسباب خاصہ کی بنا پر دیگر طرق مسدود یا متعذر ہوں اور کوئی ایک طریقہ ہی متعین ہو تو ظاہر ہے کہ اس واجب کی ادائیگی کے لئے اسی طریق کو مشخص تصور کیا جائیگا واجب مخیر کی ادائیگی اگر ایک ہی صورت میں منحصر ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اسی صورت کو لازم کہا جائے گا اور تخییر میں تحجیر ہو گی۔

مثلاً کفارہ یمین میں اشیاء ثلاثہ تحریر رقبہ اطعام عشر مساکین او کسوتہم میں تخییر ہے لیکن اگر کسی پر انہیں دو کا راستہ مسدود ہو تو ایک کی تعیین خود بخود لازم ہو جائے گی۔ اور جیسے اضحیہ میں اشیاء ثلاثہ شاۃ، بقر، ابل، میں تخییر ہے مگر دو کے مفقود ہونے سے ایک کی تعیین خود بخود ہو جائے گی " التقریر والتحبیر میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

تبلیغی جماعت کا اصل مقصد دین کی طلب کا عام کرنا ہے جس سے مدارس کو طلبہ بھی کثرت سے ملیں اور خانقاہوں کو ذاکرین بھی کثرت سے ملیں۔ اور ہر مسلمان کے دل میں دین کی اہمیت پیدا ہو۔ اہل مدارس اور اہل خانقاہ حضرات کو حسب موقع تبلیغی جماعتوں

کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ اگر انمیں کوتاہی اور خلاف اصول چیزیں دیکھیں تو خیرخواہی اور ہمدردی سے انکو نصیحت کریں، اصلاح فرمائیں۔ اور جماعتوں کے ذمہ ضروری ہے کہ خانقاہوں مدارس کا پورا احترام کریں اور اپنی اصلاح کے لئے ان حضرات سے مشورہ لیں۔ اور انکی ہدایات کو دل وجان سے قبول کریں انکو ہرگز ہرگز یہ دعوت نہ دیں کہ یہ حضرات اپنے دینی مشاغل کو ترک کر دیں۔ مدارس وخانقاہوں کو بند کر کے تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوں دینی مدارس کا قیام از حد ضروری ہے ورنہ صحیح علماء پیدا ہونا بند ہوجائیں گے اور دین جاہلوں کے ہاتھ میں جاکر کھلونا بنجائیگا خانقاہوں کا قیام بھی ضروری ہے اسلئے کہ محض کتابیں پڑھنے سے عادۃً تزکیۂ باطن نہیں ہو جاتا۔ اور بغیر اخلاقِ رذیلہ کی اصلاح کے اخلاص پیدا نہیں ہوتا جو کہ روح ہے جمیع اعمال صالحہ کی تمام اعمال بغیر اخلاص کے ایسے ہیں جیسے بے جان ڈھانچہ ہوتا ہے۔

"اخلاص"، اکابر اہل اللہ کی محبت اور انکی ہدایات پر عمل کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ ابن عمر رضؓ سے مرفوع روایت ہے "لِکُلِّ شَیٍٔ معدن ومعدن التقویٰ قلوب العارفین الخ جمع الفوائد"، امید ہے کہ تحریر مذکور سے ہر سہ سوالات کا جواب نکل آئیگا فقط واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۳۰/۳/۸۸ھ

مکتوب = ۲۰ استفتاء ۸

مکرمی و محترمی جناب مفتی صاحب مدظلہٗ العالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

واضح ہو کہ جناب کا تحریر کردہ ملفوف بنام ....

صاحب موصول ہوا اور احقر نے اُسکا مطالعہ کیا بڑی مسرت ہوئی مگر احقر کو کچھ اشکال تھا اسلئے یہ تحریر کرنے پر مجبور ہوا۔ آنجناب نے جو تحریر کیا ہے ..... اوّل تو وہ حضرات اس توجیہ سے خالی ہیں۔ بلکہ وہ حضرات اسکو حقیقت پر محمول کرتے ہیں لیکن آپ نے حُسن ظن رکھتے ہوئے توجیہ فرمائی ہے تو آپ ہی فرمائیں کہ کیا ادنیٰ مناسبت سے کُل پر حکم لگایا جا سکتا ہے اگر زید گوشت آگ پر سینک کر کھائے اور کہے کہ یہ نبیوں والا کام ہے تو کیا یہ درست ہوگا؟ اگر چہ یہ ایک بعید مثال ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک ہوتی ہے عقیدہ کی غلطی اور ایک دوسری عمل کی غلطی۔ میں سمجھتا ہوں کہ عملی غلطی بہتر ہے عقیدہ کی غلطی سے۔ یہ حضرات بیشک عملی غلطی کی اصلاح کرتے ہیں مگر اسمیں عقیدہ کی غلطی ضرور پیدا ہو جاتی ہے جو زیادہ مضر ہے۔

اوّل یہ کہ مستحب کو فرض سمجھتے ہیں۔ فضائل جہاد کو محمول کرتے ہیں

سلہ مکتوب نمبر ۱۸ ملاحظہ فرمائیے

فضائل تبلیغ پر آپ کی توجیہ سے زیادہ سے زیادہ استحباب کا درجہ دیا جاسکتا ہے مگر وہ حضرات اسکو سنتِ مؤکدہ کا درجہ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تارکِ تبلیغ کو مبغوض اور تارک سنّت کہتے ہیں اگر یہ سنت ہے تو کیا تمام علماء کرام نعوذ باللہ گنہگار ہیں اور انہوں نے کتمانِ علم (علم کو چھپایا) کیا۔ اور قیامت میں جواب دہ ہونگے۔

احقر نے جمعہ ایڈیشن میں پڑھا تھا کہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب نے فرمایا کہ بعض لوگ تبلیغ کے نام پر کچھ دین کا کام کر رہے ہیں مگر وہ تبلیغ نہیں تمرین ہے۔ اور حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی نے فرمایا (جو حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ ہیں) نظام الدین کی موجودہ تبلیغ نہ قرآن وحدیث کے موافق ہے اور نہ علماء حق اور مجدد الف ثانی رح کے مسلک کے مطابق بلکہ آگے فرماتے ہیں کہ بے انتہا اصولوں کے بعد جو کہ بدعت حسنہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اب بے انتہا اصولوں کے بعد اسکو بدعت حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا

نام کتاب کا "بندگی کی صراطِ مستقیم" ہے امید ہے کہ آنجناب بلا رو رعایت کے جواب قرآن وحدیث کے موافق عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ قل الحق ولو کان مُرّاً۔ فقط والسلام

محتاج دعا، خاکپائے بزرگاں۔ مولوی .... خطیب مسجد

اصل والی ۱۰۴ گلی مسجد نہور خاں نیا بانس شہر دہلی 9-7-70

الجواب :- حامداً و مصلیاً -

مکرمی زید مجدکم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے جس بے تکلفی سے اپنا اشکال تحریر فرمایا اس سے بہت مسرت ہوئی دین کے جس کام یا جس مسئلہ میں بھی شبہ پیدا ہو اس کو ضرور حل کر لینا چاہیئے دل میں نہیں رکھنا چاہیئے - اگر نفس الامر میں وہ مسئلہ غلط طور پر چل رہا ہے تو اصلاح کی جائے گی اگر اپنے سمجھنے میں غلطی ہے تو اسکی اصلاح ہو جائے گی یعنی غلط روی اور غلط فہمی دونوں کی اصلاح ضروری ہے احقر نے اس کام کو نبیوں والا کام قرار دینے کی جو توجیہ کی ہے اس پر آپ کا اشکال ہے -

" گوشت آگ پر سینک کر کھانا بھی نبیوں والا کام ہے؟ " ع

اس کا جواب (..... ... .) یہ ہے کہ نبیوں نے دو قسم کے کام کئے ہیں ایک وہ جو طبعی بشری تقاضے کے تحت ہیں جیسے کھانا پینا ، سونا ، جاگنا ، چلنا ، بیٹھنا ، خرید و فروخت کرنا وغیرہ کہ چاہے وحی آئے یا نہ آئے نبی یا غیر نبی اپنی ضرورت کے موافق یہ سب کام کرتے ہیں ایسے کاموں کے متعلق تو نبیوں نے انکے طریقوں کی اصلاح کی ہے مثلاً فلاں فلاں چیز کا کھانا پینا درست ہے اور فلاں فلاں چیز کا کھانا پینا درست نہیں - نیز کھانے پینے کا طریقہ یہ ہے -

فلاں فلاں چیز کی خرید و فروخت کا طریقہ یہ ہے - ایسے کاموں کے
متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ نبی ان کاموں کے لئے بھیجے گئے۔
کیونکہ یہ کام تو دنیا میں پہلے سے ہو ہی رہے تھے اور سب لوگ
کر رہے تھے خواہ نبی پر ایمان لائیں یا نہ لائیں ہاں نبیوں نے ان
ان کاموں کے طرق و حدود متعین فرما دیا۔

دوسرے کام نبیوں نے وہ کئے جنکے لئے نبی اصالۃً مبعوث
ہوئے انکا خلاصہ اجمالی اور کلی طور پر یہی ہے کہ بندوں کو بندگی کی
زندگی سکھائی جاتی ہے جس کی بنیاد توحید و رسالت ہے یعنی کلمۂ
طیبہ۔ اسکے الفاظ سکھلائے جائیں مطلب بتایا جاوے، مطالبہ
سمجھایا جاوے مطالبہ میں نماز، ذکر، علم، اکرام مسلم، تصحیح نیت،
تفریغ وقت، سب چیزیں آئیں گی ان پر پابندی اصول کے ساتھ
محنت کی جائے تو دین کا ہر دروازہ کھلتا چلا جائے گا اور عملی مشق
ہوتی چلی جائے گی یہاں تک کہ پورے دین کے ساتھ پورا تعلق قوی
ہو جائے گا جسقدر بھی دنیا میں یہ جماعتیں دین کو لیکر نکلیں گی انکا
دین پختہ ہو گا اور دوسروں تک دین کی اشاعت ہو کر کارِ نبوت
پورا ہو گا درحقیقت اسی کام کے لئے انبیاءؑ کی بعثت ہوئی اور یہی
نبیوں والا کام ہے - باقی کام ضمناً و طبعاً عمل میں آیا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اس مقصد کی خود ہی وضاحت فرمادی ہے چنانچہ فرماتے ہیں "ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھادیں۔ یہ تو ہمارا اصل مقصد ہے رہی قافلوں کی چلت پھرت، تو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ نماز کی تلقین گویا ہمارے پورے نصاب کی الف، ب، ت ہے۔ مثال کے طور پر سمجھئے کہ ایک طالب علم مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو کہا جائے گا کہ اسکا مقصد تحصیل علم ہے اگرچہ وہ کھانا پینا سونا جاگنا سب ہی کام کرتا ہے مگر اسکا سفر اور مدرسہ میں قیام ان کاموں کے لئے نہیں یہ کام تو وہ پہلے ہی کرتا تھا اور ہر جگہ کرتا تھا۔ اور جو لوگ مدرسہ میں داخل نہیں وہ بھی یہ کام کرتے ہیں لہذا اس کا اصل کام جس کیلئے مدرسہ میں آیا ہے، "پڑھنا ہے"۔

(تنبیہ) اس مقصد عظیم (تبلیغ) سے نبیوں والے کام کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے اوصاف جلیلہ کی ضرورت ہے ورنہ نا اہلیت اور پست اوصاف کی وجہ سے یہ کام نظروں سے گر جائے گا اس لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جب اس کام کی ابتداء

میوات کے غیر تعلیم یافتہ طبقہ کی تو انکو یہ ذہن نشین کرایا کہ دین سیکھنے کے لئے چلو اپنے اپنے مکانات پر رہتے ہوئے شب و روز کے مسائل کھیتی، لڑائی، چوری، اور دیگر جرائم کی وجہ سے نہ ذہنوں میں دین سیکھنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے نہ اسکے اسباب موجود ہیں لہذا وقت کو فارغ کر کے اپنے کھانے کے سامان ساتھ لیکر چلّوں کے لئے نکلو ایک چلّہ گذار کر واپسی پر ان میں اتنا تغیر پیدا ہو گیا کہ کسی کا ایک پارہ ہو گیا، کسی نے نماز سیکھ لی۔ کسی کو استنجاء، وضو، غسل کا صحیح طریقہ آگیا کسی کو ستر ڈھانکنے کا اہتمام ہو گیا کسی کو مسجد میں داخل ہونے نکلنے اور دیگر اوقات کی دعائیں یاد ہو گئیں۔ کسی نے گالی دینا چھوڑ دیا کسی نے شراب اور دوسری برائیوں سے توبہ کر لی۔ الی غیر ذالک۔ پھر دوسرے چلّہ میں اور تغیر ہوا غرض حسب استعداد و طلب دین سیکھتے گئے۔

اصول کی پابندی نہ کرنے اور اپنی حد سے بڑھکر تقریر کرنے سے خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں اور بعضوں کے ذہن میں یہ بھی آجاتا ہے کہ اصل کام تو ہمارا یہی ہے باقی دوسرے طریقوں پر مدارس، خانقاہوں، وعظ و تذکیر، تصنیف وغیرہ کو ذریعہ جو دینی کام کے لئے کیا جاتا ہے اسکو وہ لوگ معمولی کام بلکہ بعض

نااہل تو حقیر کام سمجھنے لگتے ہیں - یہ اُنکی غلطی اور فتنہ کی چیز ہے -
اہلِ علم دانش کو اُنکی نگرانی اور اصلاح ضروری ہے ورنہ فتنہ
متعدّی (بڑھنے والا) ہوگا - اور اگر اصلاح ہو بلکہ فتنہ اور ترقی کر جاتا ہے - تو

حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کے متعلق اتنا عرض ہے کہ یہ
تبلیغ کے چھ نمبر انکے ہی قلم سے لکھے گئے اور دیر تک وہ خود بہت جدّو
جہد سے اس کام کو کرتے رہے[عــہ] - انہوں نے ایک کتاب لکھی -

"مسلمانوں کی پستی کا واحد علاج"

اس پر اکابر کے دستخط کرائے - اس میں بھی اس کام کو بہت سراہا
اور اسی پر لوگوں کو بہت اُبھارا ، حضرت مولانا محمّد یوسف صاحبؒ
کے انتقال کے بعد جو انکی سوانح لکھی گئی ، اس پر مولانا نے مقدّمہ
لکھا اور اس کام کی تعریف لکھی ـــــ مولٰینا نے

"بندگی کی صراطِ مستقیم" تصنیف کی
اور چھپنے سے پہلے بھی دکھلائی اور پھر میرے دیکھنے کے بعد جب وہ چھپ
کر آئی تو اس کے آخیر میں "نہایت ضروری انتباہ" کو لوگوں
نے پڑھا اور میرے پاس خطوط آئے - کہ تیرے نزدیک کیا یہ
تبلیغ ملّت کی تباہی اور بربادی کا سبب ہے ؟ اور کیا یہ قرآن و حدیث
طریقۂ سلف کے موافق نہیں ؟ وغیرہ وغیرہ تب میں نے بھی ایک نسخہ

[عــہ] نگران کو جب ہدایت و توفیق ہوئی اور حقیقت کی طرف التفات ہوا تو حق کے اظہار میں بھی دریغ نہیں کیا یہ ان کی للہیت اور حق پسندی ہے اسکی یقینی تعریف کی جانی کم ہے

منگوا کر اُسکو پڑھا - تو حیرت میں پڑ گیا کہ یا اللہ ! اس خطرناک بات کو میری طرف منسوب کیا جا رہا ہے یہ ہو سکتا ہے کہ چالیس بیالیس سال کے بعد مولانا موصوف کی رائے بدل گئی ہو اور جس چیز کو انہوں نے مسلمانوں کے حق میں علاج تجویز کیا تھا اور اُس پر قرآن کریم اور حدیث شریف کو اور عملِ اسلاف سے قوی دلائل پیش کئے تھے اور اُسکو وہ اپنے لئے بہت مایۂ ناز اور فخر تصور کرتے تھے آج وہ چیز تباہی و بربادی تھی - اور جن آیات و احادیث کو بطور دلیل پیش کیا تھا انکے متعلق بھی آج اُنکو محسوس ہوا کہ اُنکا مطلب وہ غلط سمجھتے تھے اور اب صحیح سمجھے ہیں - غرض اللہ ہی کے علم میں ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے -

تاہم میں نے انکی خدمت میں عریضہ لکھا کہ برائے خدا دو لفظ لکھکر مجھے دیدیجئے یا خود شائع کر دیجئے کہ "محمود" کی رائے اصل کتاب کے حق میں تو موافق ہے مگر "نہایت ضروری انتباہ" کے ذیل میں جو تبلیغی کام کو ملت کی تباہی کا ذریعہ بتایا گیا ہے یہ مضمون "محمود" نے نہیں دیکھا بلکہ یہ اضافہ بعد میں کیا گیا ہے اسکی رائے اُس سے متفق نہیں - مگر مولانا اس کے لئے آمادہ نہیں ہوئے کئی بار خط لکھا مگر درخواست منظور نہیں فرمائی آخر میں

میں نے وہ خط شائع کر دیا جو آنکی خدمت میں لکھا تھا اور اس میں
قدرے تفصیل بھی تھی ۔

ادھر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ دار العلوم
دیوبند نے انکی خدمت میں مدرسہ کے مبلغ مولانا ارشاد صاحب
کو بھیجا کہ اس غلط نسبت سے عوام میں غلط فہمی پھیلے گی میری طرف
اس کی نسبت نہیں ہونی چاہیئے۔ مگر مولانا احتشام الحسن صاحب
نے اس غلط فہمی کو زائل کرنے کے لئے کوئی تحریر شائع نہیں فرمائی
حالانکہ اس وقت جہاں جہاں وہ کتاب (بندگی کی صراط مستقیم)
پہونچی۔ اس کی وجہ سے بہت فتنہ پیدا ہوئے۔ بعض جگہ کشیدگی
کی نوبت بھی آگئی۔ مولانا کے پاس اُنکے قدیم احباب متعارفین مولانا
ابوالحسن علی ندوی، مولانا منظور نعمانی، مولانا جمیل احمد صاحب
حیدرآبادی، مولانا عامر الانصاری غازی وغیرہ کے خطوط آئے
حتیٰ کہ حجاز مقدس سے مولانا کے خاندانِ عزیز مولانا سلیم صاحب
مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے پاس سے تو بہت سخت قسم کا خط
آیا جس نے مولانا کے نفسیات کو ٹھولکر رکھدیا (وہ خاندانی عزیز اور
بے تکلف ہیں انکو حق ہوگا) سب نے ہی مولانا کی اس تحریر کو
نامناسب، مضر، غلط قرار دیا اور مشورہ دیا کہ آپ اس سے رجوع

کر بس میں نے اپنا خط شائع کرنے کے لئے کانپور بھیجا ہاں اُسکے ساتھ چند اکابر کے خطوط بھی شائع کر دئے گئے جس سے تبلیغ کے متعلق اُنکا نظریہ معلوم ہوتا ہے - اور ان سب کو ایک رسالہ کتابچہ کی شکل میں دیکر ایک پیش لفظ بھی ناشر نے لکھدیا - اسمیں مولانا احتشام الحسن صاحب کے متعلق بعض ایسے الفاظ آ گئے جس سے مجھے دُکھ ہوا - میں نہیں چاہتا تھا کہ مولانا کے احترام کے خلاف ایسے کھرے پڑے الفاظ استعمال کئے جائیں انکی رائے اگر بدل گئی -

اور اس سے مجھے اتفاق نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان سے لڑائی کی جائے یا انکا احترام نہ کیا جائے وہ کتابچہ بھی آپکی خدمت میں ارسال ہے آئندہ بھی جو اصلاحی مشورہ دینگے شاکر گزار ہوں گا -

ہاں ایک بات رہگئی وہ یہ کہ فضائل جہاد کی حدیثوں کو تبلیغ پر چسپاں کیا جاتا ہے تو یہ صحیح ہے - اور اسکی وجہ جو عام فہم ہے وہ یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں - ایک تو یہ ہے کہ خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے قتال کرنا اسکو جہاد کہا جاتا ہے اسکی فضیلت مستقل ہے اور وہ بہت ہی اعلےٰ ہے - دوسری چیز یہ ہے کہ خدا کے دین کے لئے کوشش کرنا - اگرچہ اس میں قتال کی نوبت نہ آئے -

یعنی اس کی معنی ... ہے - فضیلت ہیں کسی اور چیز میں - اگر فضیلت ہیں تو مساوات نہ رہی تو پھر یہی فضائل یہاں کیسے چسپاں کیے جاتے ہیں

قرآن کریم اور حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی جہاد ہے۔
چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" شرح بخاری میں لکھا ہے کہ امور
دین کا علم حاصل کرنا (پڑھنا) تعلیم دینا (پڑھانا) امر بالمعروف نہی عن المنکر
سب جہاد ہے۔ اسی طرح دینی کتابیں تصنیف کرنا، مسائل بتانا، مخالفین
کے اعتراضات کا جواب دینا اُن سے مناظرہ کرنا بھی سب جہاد ہے حتیٰ
کہ امام نوویؒ نے غالباً تیرہ ۱۳ قسمیں جہاد کی لکھی ہیں قرآن کریم میں ہے
یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنَافِقِیْنَ الآیۃ۔ کفار اور منافقین
سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر منافقین سے قتال بالسیف کی نوبت نہیں
آئی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ
سُبُلَنَا الآیۃ۔ یہاں بھی قتال بالسیف (تلوار سے قتال) مراد نہیں۔
نیز خروج فی سبیل اللہ کا لفظ بھی قتال بالسیف کے ساتھ مخصوص
نہیں حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الجہاد صفحہ ۳۹۴ میں حدیث نقل کی
ہے ما اغبرت قدما عبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار الحدیث
اور اس مضمون کی حدیث کتاب الجمعہ صفحہ ۱۲۴ میں بیان کی ہے
من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار الحدیث
اسلئے معلوم ہوا کہ جہاد کو قتال بالسیف کے ساتھ مخصوص کرنا درست
نہیں۔ تو طرف گشت تبلیغی کے ساتھ بھی مخصوص کرنا درست نہیں

[illegible] اور بغیر تحفظ رسالت رزق کی تبلیغ سد کر دیں [illegible] تبلیغ اور دعوت [illegible]

تو اگر جزیہ پر مصالحت ہو گئی تو جہاد کا مقصود پورا ہو گیا [illegible] جہاد کا مقصود اور دعوت تبلیغ کا مقصد [illegible]

دوسرے غور کیا جائے کہ قتال سے مقصود اصل خون بہانا نہیں
بلکہ دین کا فروغ مقصود ہے اور قتال بالسیف کی ضرورت وہاں
پیش آتی ہے جہاں دین کے فروغ میں ایسی رکاوٹ آجائے جو
بغیر سیف کے دور نہ ہو سکے اسلئے ابتداءً دین کی دعوت دی جائے
اگر وہ قبول ہو جائے تو پھر سیف (تلوار) کی ضرورت نہیں ہے اگر
دعوت قبول نہ ہو تو پھر جزیہ کا حکم ہے۔ اگر اسکو منظور کر لیا جائے
تب بھی سیف (تلوار) کی ضرورت نہیں ورنہ مجبوراً آخری مقدار میں
سیف کی ضرورت ہے۔ کہ رکاوٹ دور ہو جائے اور اصل مقصود
(فروغ دین) حاصل ہو جائے جو اجر و ثواب وسیلہ پر ہے اس
سے زیادہ اجر و ثواب اصل مقصود پر ہونا بالکل ظاہر ہے۔ یہ نقل فروغ دین

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

محمود الحسن عفی عنہ

مگر بڑا تعجب اور افسوس ہے کہ ان فضائل کو جماعت تبلیغ الیاسیہ پر چسپاں کیا جاتا ہے۔ دیگر طرق مذکورہ بالا فی مضمون ہذا پر فضائل نہیں بیان کیے جاتے نہ ان کا ذکر کیا جاتا ہے بلکہ ان طرق کی تحقیر کی جاتی ہے۔ اور جماعت الیاسیہ کی ان سب طریقوں پر فضیلت بیان کی جاتی ہے حالانکہ تبلیغ مروجہ کا جواز ہی ابھی معرض بحث میں ہے کہ آیا یہ جائز بھی ہے یا بدعت ہے تو فضیلت اور مذکورہ فضائل کا مصداق ہونا تو کجا۔ کیونکہ تعیین، تاکید و تخصیص [illegible] کے بدعت ہونے پر نصوص وارد ہیں [illegible]

ایک وضاحت

تبلیغی جماعت کے متعلق مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہ کا ایک مکتوب گرامی :-

حضرت اقدس دامت فیوضہم کی خدمت میں اس قسم کے خطوط اس مضمون کے آرہے ہیں کہ کیا آپ موجودہ تحریک تبلیغ کے مخالف ہیں؟ کیونکہ رسالہ "بندگی کی صراط مستقیم" دیکھنے سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس غلط فہمی کی تردید مؤلف کتاب کے نام ایک مکتوب میں کھول کر کر دی ہے۔ جسے نظام میں شائع کیا جا چکا ہے۔ ذیل میں ایک کرم فرما کے اس قسم کے ایک خط کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ اس جواب سے واضح ہو جائیگا کہ حضرت موصوف تحریک تبلیغ کے مخالف نہیں ہیں۔ بلکہ زبردست موئید ہیں۔

منقول ماہنامہ "نظام" کانپور

مکتوب ۲۱ — خط ۹

مخدومی و معظمی جناب مولانا محمود الحسن صاحب
مفتی دار العلوم دیوبند

بعد سلام مسنون و نیاز مشحون معروض آنکہ مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کا ایک کتابچہ ملا اس کے آخیر میں تبلیغ سے متعلق بہت سخت قسم کی رائے درج ہے۔ جسکو دیکھ کر بہت ہی تعجب ہوا۔ اور ملال بھی ہوا۔ زیادہ افسوس اس بات سے ہوا کہ آپ اور مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ اور مولانا محمد میاں صاحب بھی انکے ساتھ ہو گئے، اگر واقعی انکی رائے صحیح ہے۔ اور آپ تینوں انکے ساتھ اسمیں متفق ہیں۔ تو آخر اس کے دلائل آپ کے پاس کیا ہیں ممنون ہوں گا۔ اور آپ اپنی رائے کے دلائل بھی بیان فرمائیں۔

تبلیغ کے سب اصول قرآن و حدیث سے ثابت ہیں جیسا کہ تبلیغ کے متعدد رسائل میں اسکی تفصیل مذکور ہے۔ پھر آپ نے اتنی بڑی جسارت کیسے کی کہ ایک قلم ان کو قرآن و حدیث کے خلاف کہدیا۔ مجھے یہ بھی شبہہ ہوتا ہے کہ اس "ضروری انتباہ میں" کوئی تلبیس نہو۔ کیوں کہ آجکل اسکا بہت دور دورہ ہے۔ رات دن یہ سلسلہ

بھی چل رہا ہے۔ اور آپ کو میں نے بہت سی جگہ تبلیغی اجتماع میں شرکت کرتے دیکھا اور آپ کی تقریریں بھی سُنی ہیں۔ اور خوب یاد ہے کہ آپ ہر چیز کیلئے قرآن پاک کی آیات اور حدیثیں بھی پیش کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام اور دیگر علماء حق کے حالات بھی بیان کرتے تھے پھر کیا یہ آیات و احادیث اب منسوخ ہو گئیں۔ یا اُن کا مفہوم بدل گیا یا پھر آپ کی طرف یہ بات ہی غلط منسوب کر دی گئی۔

الغرض تفصیل سے مطلع فرمائیں۔ اور چونکہ مجھے اس رائے اور تحریر سے بہت دُکھ ہوا۔ اسی لئے اس کا لب و لہجہ سخت ہو گیا۔ اسکی معافی چاہتا ہوں۔

الجواب

مکرم و محترم زیدت مکارمکم

السلام علیکم رحمتہ اللہ وبرکاتہ،

گرامی نامہ باعث یاد آوری ہوا۔ مولینا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی نے اپنی کتاب "بندگی کی صراط مستقیم" کے آخیر میں بلکہ ختم کے بعد جو مضمون بعنوان "نہایت ضروری انتباہ" تبلیغ کے موجودہ کام کے متعلق لکھا ہے۔ اس میں میرا اور حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم

دیوبند کا، اور مولانا محمد میاں صاحب کا نام بطور تصدیق و توثیق تحریر فرمایا۔ اس کو پڑھ کر دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی آپ کی طرح یہ شبہہ پیدا ہوا کہ میں اس مضمون "انتباہ" کا بھی موئید و مصدق ہوں اس لئے متعدد جگہ سے خطوط آئے۔ اور بعض علاقوں سے وفد بھی آئے کہ ہم خود چل کر زبانی تحقیق کریں گے۔ اور اس کے اسباب و دلائل بھی دریافت کریں گے۔

میں نے خود بھی اس سلسلہ میں مصنف "بندگی کی صراط مستقیم" دامت مجدہم کی خدمت میں خط لکھا ہے۔ جسمیں اس غلط فہمی کے پیدا ہونے کا امکان لکھ کر ان سے درخواست کی تھی کہ وہ خود بھی اس کی تردید فرمائیں۔ اب میں اپنے خط کا وہ حصہ اور اس سے متعلق اُن کے جواب کی عبارت آپکے پاس بھیجتا ہوں۔ جو میں نے ان کو لکھا تھا۔

دوسری چیز "بندگی کی صراط مستقیم" کے آخر میں نہایت ضروری انتباہ کے تحت تینوں ناموں کا بطور تصدیق و توثیق درج ہونا ہے جیساکہ اسمیں موجودہ "تبلیغی کام" کے متعلق رائے قائم کی گئی کہ نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن و حدیث کے موافق ہے۔ اور نہ حضرت مجدد الف ثانی رح اور حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح اور نیز علماء حق کے مسلک کے مطابق ہے۔ ایک غلط چیز دین کے نام سے پھیل رہی ہے۔ اور تبلیغ کے نام پر غلط فہمی پھیل رہی ہے۔ یہی چیز میرے نزدیک تمام آفات و بلیات کے نزول کا باعث ہے۔ اسی ضرورت نے مجھے اس رسالہ کی اشاعت پر مجبور کیا۔ تاکہ علماء کرام اس کی طرف توجہ فرمائیں۔ اور ان خرابیوں کا انسداد فرمائیں۔ جسکی وجہ سے ملت تباہی اور بربادی میں مبتلا ہو رہی ہے۔ یہ اصل مقصود ہے۔ اس سے دیکھنے والوں کو غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ آپ کی اس رائے پر بھی ہم تینوں کی تصدیق و توثیق ہے۔ اور آپ کے اس علم و فہم کی ہم تینوں بھی تائید کرتے ہیں۔ حالانکہ واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کے خط میں جو اس سے پہلے آیا تھا اس غلط فہمی کے دور کرنے کا کوئی حل مجھے نہیں مل سکا۔

مکرما! میری ذاتی حیثیت کوئی حیثیت نہیں۔ نہ نفس الامر میں، نہ قوم کے نزدیک۔ لیکن میرے نام کے ساتھ مفتی دار العلوم دیوبند" اور مظاہر علوم سہارنپور بھی درج ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں مدرسوں کی ذمہ دارانہ ترجمانی ہے۔ نیز حضرت مہتمم صاحب کا اسم گرامی و مولانا محمد میاں صاحب کا نام نامی درج ہے۔ ان ناموں

کو دیکھ کر بہت سہولت سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ آپ اپنی مذکورہ بالا رائے میں منفرد و تنہا نہیں ہیں بلکہ یہ ادارہ دار العلوم دیوبند ادارہ مظاہر علوم سہارنپور اور جمعیۃ العلماء ہند بھی آپ کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ اور یہ ...... ان سب کی اجتماعی اور متفقہ رائے ہے۔

اس کا سدِ باب آپ کی تحریر سے ہونا ضروری ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس غلط فہمی اور اس سے پیدا ہونے والے فتنوں کی باعث آپ ہی کی یہ تحریر ہے۔ انتہی

جو شبہ آپ کو ہوا۔ وہ میں نے وضاحت کے ساتھ جب لکھا تو مولانا احتشام الحسن صاحب نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ "ضروری انتباہ" کے آپ ابتدائی الفاظ پر نظر فرمائیے۔ جو یہ ہے ـــــ میری عادت ہے کہ میں جو تحریر لکھتا ہوتا ہوں۔ چھپوانے سے پہلے وہ متعدد علماء کو دکھا لیتا ہوں۔ تاکہ اگر کوئی غلطی ہو تو اسکو صحیح کر لیا جائے۔ غلط بات نہ پھیلے۔ اس تحریر کو لکھنے کے بعد میں نے مولانا محمد میاں صاحب کے پاس بھیجا کہ صحت فرما کر اخبار "الجمعیۃ" میں شائع کر دیا جائے۔ اخبار "الجمعیۃ" میں اشاعت کے بعد مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی۔ مفتی دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے پاس بھیجا کہ اگر کوئی غلطی ہو تو اس سے مطلع کر دیا

جائے۔ جب مفتی صاحب موصوف نے اس کی توثیق فرمادی تو پھر حضرت مولانا (قاری) محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے پاس اسکو بھیجا کہ اگر آپ اس سے متفق ہوں تو اسکو ماہنامہ دارالعلوم میں شائع کرادیں۔ تاکہ اس سلسلہ میں علماء دیوبند کا مسلک واضح ہوجائے۔ ماہنامہ دارالعلوم میں اس اشاعت کے بعد جب اطمینان ہوگیا۔ تو عام ضرورت کے پیش نظر اس کو رسالہ کی صورت میں شائع کیا جارہا ہے الخ۔

یہ عبارت صاف بتارہی ہے کہ آپ حضرات کی تائید سابقہ (گزری ہوئی) تحریر کے متعلق ہے۔ "ضروری انتباہ" کے مضمون سے آپ حضرات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ وہ اخبار الجمعیۃ میں شائع ہوا ہے۔ نہ ماہنامہ دارالعلوم میں۔ بلکہ بعد کا اضافہ ہے اس کے بعد درمیانی تفصیل کے بعد پھر یہ عبارت — نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن و حدیث کے موافق ہے۔ نہ مجدد الف ثانی رح اور نہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح اور علماء حق کے مسلک کے مطابق ہے الخ۔

اس عبارت میں لفظ "میرے علم و فہم کے مطابق" صاف بتلا رہا ہے کہ یہ میری منفرد رائے ہے۔ ابھی تک کسی کی تائید

اسکو حاصل نہیں ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی پڑھنے والے کو یہ غلط فہمی ہو کہ آپ حضرات بھی میرے اس خیال سے متفق ہیں تو اسمیں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں جس قدر صراحت کر سکتا تھا اسمیں میں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور نہ قصداً "مبہم الفاظ لکھے" پھر بھی اگر کسی کو غلط شائبہ ہو تو آپ حضرات کی جانب سے بخوبی اسکی تردید ہو سکتی ہے۔"

اس خط میں مولانا موصوف نے صاف صاف فرما دیا کہ ضروری انتباہ کا مضمون اصل رسالہ کے بعد کا اضافہ ہے اور ہم تینوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نظام الدین کی موجودہ تبلیغ کے متعلق مذکورہ رائے مولینا احتشام الحسن صاحب کی منفرد رائے ہے۔ اور کسی کی تائید اسکو حاصل نہیں۔

اس کے بعد پھر اس رائے کے دلائل واسباب کا مجھ سے سوال ہی بے محل ہے۔ جب میرے نزدیک مولانا کی یہ رائے صحیح بلکہ غلط در غلط ہے۔ تو اسکی صحت کے دلائل کا مجھ سے مطالبہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسی رائے کی صحت کے دلائل کوئی دوسرا شخص بیان بھی کیسے کر سکتا ہے جس رائے کیساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔ بلکہ وہ سب سے ہٹکر ایک تنہا جداگانہ رائے ہے۔ والسلام

احقر محمود الحسن عفی عنہ
دار العلوم دیوبند۔ ماہنامہ نظام کانپور
نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۳۷

مکتوب ۲۲ استفتاء ۱

تبلیغی جماعت پر اعتراض اس کا جواب

از حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ

میرا صرف خیال ہی نہیں۔ بلکہ یقین تھا کہ موجودہ دور میں تبلیغی جماعت اہم دینی خدمت انجام دے رہی ہے۔ اور یہ جد وجہد بڑی حد تک امت مسلمہ کی اصلاح کا ذریعہ بن رہی ہے۔ اور آئندہ غیر مسلموں کی ہدایت کا بھی ذریعہ بن سکتی ہے۔ اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ اس جماعت کا مقصد بہت ہی مقدس اور اعلیٰ ہے۔ صرف کلمہ اور نماز کی تبلیغ نہیں۔ نیز اس کے طریقۂ کار کو کتاب وسنت کے مزاج کے مطابق سمجھتا تھا مگر تبلیغی جماعت کے بارے میں بعض معترضین اور تنقید نگاروں کا کہنا ہے کہ تبلیغی جماعت کا طریقۂ کار انبیاء کی پیروی نہیں بلکہ شیطان کا ایک زبردست دھوکا ہے۔ اور یہ کہ تبلیغی جماعت والے تبلیغ کے دوسرے بہتر طریقۂ کار سے

محرومی کے باعث اپنے طریقۂ کار کو محترم ومقدس بناتے ہیں،
اور یہ کہ آج کے دور میں اگر کوئی شخص یورپ وغیرہ میں جاکر
تبلیغی جماعت کے اصول کے مطابق کام کریگا تو وہ اپنے
ڈھنگے پن سے اپنی محنت بھی ضائع کریگا اور کلمہ ونماز کی عزت
بھی خاک ملا بیٹھے گا

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے متعلق
ان معترضین ومفکرین کی یہ رائے کہ تبلیغی جماعت کا مقصد صرف
ان پڑھ مسلمانوں میں کلمہ اور نماز کی تبلیغ ہے۔ کہاں تک درست
ہے؟ ـــ جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں۔ مگر اپنی طرف سے
نہیں۔ بلکہ تبلیغی جماعت کے بانی اور اس کے ذمہ دار حضرات کے
کلام سے تاکہ مزید اطمینان کا باعث ہو۔

(.....) بینی گنج۔ ہردوئی

الجواب

حامداً ومصلیاً

آپ کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس قسم کی وسوسہ انداز تحریر
یا تقریر سے جو شبہ پیدا ہو اسکو ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اگر حقیقۃً
وہ کوئی اصلاح طلب چیز ہے تو قرآن پاک، حدیث شریف،
کلام، اصول، فقہ کی روشنی میں اصلاح کریں اور معترض کا شکریہ

ادا کریں کہ اس کی تنقید کی وجہ سے اصلاح کا موقع ملا۔ اگر آپ کے
پاس یہ علوم موجود نہیں تو بلا تکلف دریافت کر لیا کریں۔ شبہ مسئول
کے جواب کے لئے حضرت مولینا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ
نقل کرتا ہوں۔ اسکو دیکھئے (یہ ملفوظات کا مجموعہ مولینا محمد منظور صاحب
نعمانی نے تیار کیا تھا۔ جب کہ انھوں نے ایک مقصد عظیم کے لئے
سفر کیا۔ اور دیر تک دہلی نظام الدین میں قیام کر کے تبلیغی کام کو
بہت نزدیک سے دیکھا۔ کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا۔ اور
اپنایا تھا۔ ملفوظ یہ ہے:۔

"ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا، پورا، سکھا دیں، یہ تو ہمارا
اصل مقصد ہے۔ رہی قافلوں کی چلت پھرت تو یہ اس مقصد
کیلئے ابتدائی ذریعہ ہے۔ اور کلمہ و نماز کی تلقین گویا ہمارے
پورے نصاب کی الف، ب، ت، ہے" ہم تو طریقہ کی موجودہ شکل کو دیکھ کر

ایک چھوٹا سا رسالہ "چھ باتیں" نامی ہے۔ اس کے آخیر
میں "تبلیغی کام کرنے والوں کو ہدایات" کا عنوان ہے۔ اس کے
ذیل میں ع ۱ پر بھی یہ ملفوظ منقول ہے۔ اگر اس رسالہ ہی کو بغور
دیکھ لیا جائے تو یہ شبہ اور اس قسم کے شبہات خود بخود ختم
ہو جائیں گے۔ ایسے غلط شبہات و وساوس کی وجہ سے نہ کام
سے بددل ہوں۔ نہ معترض سے الجھیں۔ خاصکر جبکہ معترض کا مزاج
بھی معلوم ہو۔ (فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم)

مکاتیب بسلسلۂ تبلیغ

مکاتیب منظوریہ

دو مکاتیب کا مجموعہ

(۱) تبلیغی تحریک اور موجودہ سیاسی کشمکش
(۲) دعوتِ اصلاح و تبلیغ کے رفقاء اور کارکنوں کے نام

تبلیغی تحریک
اور موجودہ سیاسی کشمکش

نظام الدین (دہلی) کی اصلاحی تحریک اور تبلیغی دعوت کے متعلق بعض بے بنیاد اور افسوسناک غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے دہلی کے ایک مشہور اسلامی روزنامہ کے ایڈیٹر صاحب کے نام خاکسار "مدیر الفرقان" نے ایک خط ۲۲ ربیع الاول (۲۵ر فروری ۱۹۴۶ء) کو لکھا تھا۔ بہت سے ناظرین "الفرقان" کیلئے بھی اس کا مطالعہ انشاء اللہ موجب بصیرت ہوگا۔ لہذا بجنسہٖ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

مکتوب ۲۳ خط ۱

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

سلام مسنون!

مجھے خود جناب کا اخبار دیکھنے کا موقعہ نہیں ہوتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ سے اپنے خاص مشاغل میں یکسوئی سے انہماک کے علاوہ اس الکشنی موسم میں اپنے عام اُردو روزناموں کی سخت بے اعتدالی اور اصول اخلاق کی بے دردانہ پامالی سے بیزار ہوکر بھی اخباروں کا مطالعہ میں نے بہت کم کردیا ہے۔ اس لئے خود میں نے تو کسی اخبار میں نہیں دیکھا مگر پچھلے دو تین ہفتوں میں کئی اخبار ہیں دوستوں نے مجھے بتلادیا کہ "نظام الدین (دہلی)" کی تبلیغی واصلاحی تحریک اور اسکو چلانے والی مخصوص جماعت کے متعلق فلاں فلاں اخباروں میں (جنہیں ایک نام جناب کے اخبار کا بھی مجھے بتلایا گیا) اسطرح کی خبریں یا مضامین آئے ہیں کہ یہ جماعت بھی موجودہ انتخابی جنگ میں حصہ لے رہی ہے۔ اور اس کے تبلیغی قافلے تبلیغ کے پردہ

میں کانگریس یا کانگریس سے تعلق رکھنے والے جماعتوں کا پروپیگنڈا اور اُن کے امیدواروں کے حق میں کنویسنگ کرتے ہیں۔

آپ کے اخبار میں یا بعض دوسرے اخباروں میں بھی یہ چیز شائع ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ کے نامہ نگاروں یا مضمون نگاروں ہی نے یہ سب کچھ لکھ کر بھیجا ہوگا۔ تاہم میرے خیال میں یہ ضروری تھا کہ ایک خالص دینی اور اصلاحی جماعت یا ادارہ کے متعلق اس قسم کی کوئی بات شائع کرنے سے پہلے خود اس کی تحقیق بھی کرلی جاتی۔

اگرچہ میں جانتا ہوں کہ کسی روزنامہ کے ادارہ کو اسطرح کی تحقیقات کا مکلف گرداننا اس پر بہت زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ اور بظاہر ناقابل عمل سی چیز ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر آپ حضرات کو اس جماعت کے کام کی حقیقت اور اہمیت معلوم ہوجائے تو ہزار مشکل کے باوجود آپ بھی اس کو ضروری قرار دیں گے کہ اس کے خلاف بلا تحقیق کوئی چیز بھی شائع نہ کی جائے۔

مگر افسوس یہ ہے کہ آپ اور آپ ہی کیا، مسلمانوں کے سارے ہی ممتاز طبقے اس جماعت کے کام کی اہمیت اور اسکی قابل قدر اور اس زمانہ میں نادر الوجود خصوصیات سے بالکل ناواقف

ہیں ۔ جسکی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بیسویں صدی کے پروپیگنڈے
کے اس دور میں بھی یہ ایک ایسی عجیب وغریب جماعت ہے۔ جو
۱۵۔ ۲۰ سال سے اپنا خون جگر پی کے اور اپنی جانوں کو بے قیمت
کر کے لوگوں کی ستائش یا مذمت اور تحسین یا ملامت دونوں سے
یکساں طور پر روگرداں ہو کر محض اللہ کی رضا اور اجر اخروی کی
امید میں اپنے ایک خاص پروگرام کے ماتحت مسلمانوں کی اصلاح
اور ان میں دینی شعور کو ترقی دینے کے خشک اور بے مزہ کام میں
لگی ہوئی ہے۔ مگر اخبارات میں نہ صرف یہ کہ اپنے کام کی کوئی
رپورٹ شائع نہیں کرتی بلکہ اگر جماعت کے کسی ہمدرد اور اسکے
کام کے کسی قدرشناس نے کبھی اخبارات میں کچھ لکھنے کا ارادہ
بھی کیا تو الٹی خوشامدیں کر کے اسکو روکا جاتا ہے۔ یہ چیز خود
مجھ پر بھی گذری ہے۔ اور میرے علم میں ہے کہ بمبئی کے ایک مشہور
اور معزز اسلامی روزنامہ کے ایڈیٹر صاحب کو اس جماعت کے
کام کا اپنے ایک سفر سے کچھ مشاہداتی علم حاصل ہوا تو انھوں نے
اپنے اخبار میں اس پر مسلسل مضامین لکھنے شروع کئے۔ تو اس تحریک
کے ذمہ داروں نے اُن کو خطوط لکھائے اور زبانی پیغام بھیجے کہ
ہمارے ساتھ بڑی ہمدردی اور ہمارے اس کام میں بڑی اعانت یہی ہے

کہ ہمارے کام کا کوئی اشتہار نہ دیا جائے۔ یعنی جو کام اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ سے لیا ہے یا لے رہا ہے، اسکو شہرت نہ دی جائے۔ ہاں اصل دعوت کے ذریعہ اور اپنی عملی جدوجہد سے اس کار خیر میں مدد کیجائے۔

بہرحال میرا مقصد اس گذارش سے یہ ہے کہ اس طرز کی کسی جماعت کی خصوصیات اور اسکی اہمیت سے آپ جیسے حضرات کا ناواقف ہونا کچھ قابل شکوہ بھی نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس جماعت کے ذمہ داروں نے کن مقاصد و مصالح کے ماتحت یہ طرز عمل اختیار کر رکھا ہے۔ سو واقعہ یہ ہے کہ گمنامی کے حصار میں جس سلامتی اور استحکام کے ساتھ جتنا کام اس جماعت کو کرنے کا موقع مل گیا، میرا ابھی اندازہ اب یہ ہے کہ اشاعت اور اشتہار کی صورت میں چاہے نام تو بہت کچھ ہو جاتا۔ لیکن کام اس سے آدھا چوتھائی بھی نہ ہو سکتا۔

خیر یہ چند سطریں تو میں نے آپ کو صورت حال سے واقف کرنے کے لئے لکھ دیں۔ ورنہ مجھے اسوقت آپ سے صرف یہ عرض کرنا تھا کہ یہ عاجز اس تحریک اور اس جماعت کے متعلق اس قسم کی جو خبریں اور جو مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ان کے لکھنے والوں نے

اگر دانستہ غلط بیانی سے کام نہیں لیا ہے۔ تو ان کو غلط فہمی ضرور ہوئی ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس غلط فہمی کے کچھ اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس تحریک اور دعوت کی بنیاد رائج الوقت قسم کی کسی باضابطہ تنظیم پر نہیں ہے کہ لوگ اپنے کو اس کے تمام مقررہ اصول و شرائط کا پابند کر کے اس میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اس کے ممبر بنتے ہیں۔ بلکہ اسکی بنیاد مجرد دعوت پر ہے۔ جسکی وجہ سے بہت کچھ مختلف الحال لوگ اس کام اور اس تحریک میں لگے ہوئے ہیں۔ اور لگے رہتے ہیں۔ ہاں پھر یہ اشتراکِ عمل ان کے خیالات و افکار میں کسر و انکسار کا عمل کرتے ہوئے ان کو باہم متقارب بھی کرتا رہتا ہے۔

مزید وضاحت کے ساتھ اسکو یوں سمجھنا چاہیے کہ اس جماعت کا پیغام ہر خیال اور مسلک کے مسلمانوں کیلئے اسکی حالت کے مطابق یہ ہوتا ہے کہ اس کی زندگی: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے مرکز سے جتنی ہٹ گئی ہے۔ وہ اسکو اس سے وابستہ کرنے اور اس کے تحت میں لانے کی فکر و سعی کرے۔ اور دوسروں کے لئے بھی اسکا داعی بنے (یہ میں نے اس دعوت کے داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصریح کے مطابق اُن کی ساری دعوت کا خلاصہ اپنے

لفظوں میں عرض کر دیا ہے، ساتھ ہی اس مقصد اور اس دعوت کے لئے اس جماعت کا ایک مخصوص طریق کار اور تدریج وارتقاء کی بہت کچھ وسعتیں رکھنے والا بظاہر بڑا سادہ (دقیانوسی) سا ایک پروگرام بھی ہے۔ جو برسہا برس سے تجربہ میں آکر بہت ٹھوس، بہت کارگر اور امت مسلمہ ہندیہ کے موجودہ احوال کے بہت کچھ مناسب ثابت ہو چکا ہے۔

الغرض اس جماعت کی دعوت چونکہ صرف اتنی ہی ہوتی ہے اور اپنے مخاطبین کے سیاسی یا فقہی مسلک ومشرب سے کوئی تعرض نہیں کرتی اور کسی تفصیل وشرائط نامہ کی مثبت یا منفی وضعات کا انھیں پابند نہیں بناتی۔ اس لئے مختلف احوال اور مختلف مسلک وخیال رکھنے والے اس کو قبول کر لیتے اور اپنا لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ اس تحریک کے تمام کارکنوں میں مقلد و غیر مقلد، دیوبندی، وعلی گڑھی، ندوی، اور جامعی اور اسطرح کے مسلم لیگی و کانگریسی، اور دونوں سے تعلق نہ رکھنے والے بھی، غرض ہر طرح کے مسلمان آپ کو مل سکتے ہیں۔ یہ اہل اہوا کا خلط ہے یہ تو مبتدع [illegible]

اب جو لوگ کہ اس حیثیت سے واقف نہیں ہیں۔ وہ جب کسی ایسے شخص کو جو اس جماعت سے بھی تعلق رکھتا ہو اور اس کے اصلاحی و تبلیغی کام میں بھی کچھ حصہ لیتا ہو، کسی سیاسی جماعت کا بھی کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو جھٹ سے حکم لگا دیتے ہیں کہ

"لیجئے یہ تبلیغ والے بھی فلاں سیاسی جماعت کے ساتھ ہو گئے!
اس جماعت کی کانگریسیت کا ڈھنڈورا تو جیسا کہ مجھے بتایا ہے، خود آپ کے اخبار میں بھی پیٹا گیا ہے۔ اور بعض مقامات کے متعلق میرے علم میں ہے کہ وہاں جمعیۃ العلماء سے تعلق رکھنے والے حضرات نے مسلم لیگ کی طرف سمجھا، اور بعض نوعمر اور نوخیز انتہاپسند کانگریسی نوجوانوں نے تو صاف طور سے کہا کہ: "تبلیغ و بلیغ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو اس کام میں الجھا کر تحریک آزادی سے الگ رکھنے کا ایک سامراجی ہتھکنڈا ہے۔"

نیز گذشتہ سال ہی کا واقعہ ہے، اس جماعت کا ایک تبلیغی قافلہ پنجاب اور صوبہ سرحد گیا تھا۔ یہ خاکسار بھی اس کے ساتھ تھا، تو راولپنڈی میں تو ہم کو کانگریسی قرار دیا گیا، اور سرحد کے بعض مقامات میں ہمیں مسلم لیگی گردانا گیا۔ گویا

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا،
اور کافر یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان ہوں میں

اسلام اور مسلمانوں کے بہی خواہوں کیلئے، بالخصوص آپ جیسے حضرات کیلئے جو اپنے اخباروں کے ذریعہ قوم کی ذہنی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ یہ چیز بہت زیادہ سوچ و فکر کے لائق ہے کہ ہم لوگ کس قدر تنگ نظر اور کسی اچھے سے کام کے متعلق بدگمانی پھیلانے میں کتنے بے احتیاط اور جلد باز ہو گئے ہیں اور ہماری اس ناعاقبت اندیشی

اور تیز مزاجی سے قوم کو کتنا نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور پہنچے گا۔
امید ہے کہ میری ان معروضات سے تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کے ان نامہ نگاروں اور مضمون نگاروں کی اور آپ کے عام ناظرین اخبار کی غلط فہمی دور ہو جائیگی۔ آخیر میں اتنا اور عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس اصلاحی تحریک کے وسیع دائرہ عمل میں اگرچہ ہر خیال اور مسلک کے مسلمان شامل ہیں۔ اور اسکی دعوت اور اس کا خطاب سب ہی کیلئے ہے۔ وہ سب ہی کی قوتوں اور صلاحیتوں کو اپنے پروگرام کے مطابق اصلاح و تبلیغ کی اس لائن پر لگا کر اور ایک خاص طرز سے اُن کی ذہنی اور عملی تربیت کرکے وہ انکو لا الٰہ الا اللہ کے منشاء کے مطابق صرف اللہ کا وفادار اور اطاعت شعار بندہ بنانا چاہتی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کے خاص ذمہ دار بزرگوں کا تعلق ہے۔ جن کو تحریک کی روح رواں کہا جا سکتا ہے سو ان کا حال تو یہ ہے کہ اپنی اس دعوت کے سواء اور اس کیلئے دیوانہ وار جد و جہد کے سواء وہ کسی دوسرے اجتماعی کام سے خواہ وہ سیاسی ہو یا غیر سیاسی ہو کوئی تعلق اور دلچسپی نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ کہنا انشاء اللہ مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کے دل و دماغ میں کوئی خصوصی جگہ بھی کسی دوسرے اجتماعی کام اور دوسری کسی تحریک کے لئے خالی نہ ہوگی۔ واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ ان بیچاروں کے حالات سے واقف نہیں ہیں وہ کبھی بھی اُن کے "لاشریک عشق

وجبوں" کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

حسن اتفاق سے آپکا قیام دہلی ہی میں ہے۔ اس لئے میں بڑے خلوص اور دردمندی کے ساتھ عرض کرونگا کہ کبھی کبھی کسی جمعرات کی شام کو بستی نظام الدین کی بنگلہ والی مسجد میں تشریف لیجایا کیجئے۔ اور رات وہیں گزار کے جمعہ کی صبح کو واپس آجایا کیجئے۔ اس رات کو وہاں کارکنوں کی خصوصیات کا کچھ اندازہ ضرور فرما سکیں گے۔

میں نے آپ کا بہت وقت لے لیا۔ مگر مجھے اسکی ضرورت اسلئے محسوس ہوئی کہ اس تحریک کے ذمہ دار بزرگوں کے طرز سے مجھے امید نہیں کہ کسی اخبار میں لگائے جانے والے کسی اعتراض اور الزام کی تردید کرنی ضروری سمجھیں، ایسے موقع پر اُن کا اصول یہی ہے کہ اپنی نیت اور اپنا عمل صاف رکھو، مخالفوں کی غلط فہمیاں اللہ تعالیٰ آج نہیں تو کل دور کر دیگا، مگر مجھے اس عرض حال کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس طول کلام کے لئے معذرت خواہ ہوں

والسلام

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

خطاب ۲ — مکتوب ۲۳

دعوت اصلاح و تبلیغ

رفقاء اور کارکنوں کے نام

ساتواں گشتی مراسلہ جو لکھنؤ سے جو اور دوسرے تبلیغی مرکزوں کو لکھا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخوان دینی

وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ نے دین کی جس جدوجہد کے ساتھ ہمارا آپ کا کچھ تعلق فرمادیا ہے۔ اور جو اپنے علم و یقین کے مطابق اس زمانہ میں خود اپنی اصلاح و ترقی کا اور اللہ کے دوسرے بندوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، والی زندگی کے عام ہونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ کام تو بظاہر بڑا آسان اور سیدھا سادا معلوم ہوتا ہے۔ اور لوگ صرف دور سے اسکو جانتے ہیں وہ تو شاید یہی سمجھتے ہیں کہ دین سے جاہل اور ناواقف عام مسلمانوں

کو بس کلمہ و نماز وغیرہ سے واقف کرنے اور پابند بنانے کی تحریک ہے۔ حالانکہ اس سلسلہ کے پہلے خطوط میں جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے۔ دراصل یہ مسلمانوں کے تمام طبقوں میں حقیقی ایمانی روح اور اصلی اسلامی زندگی پھر سے پیدا کرنے اور برپا کرنے کی جدوجہد ہے۔ اور چونکہ خود یہ کام اور اس کا طریق کار آجکل کے دوسرے تمام اجتماعی کاموں سے اور اُن کے طریقوں سے اپنی روح اور قالب اور اپنے ظاہر و باطن کے لحاظ سے یہ مختلف ہے،

اس لئے اس کا بڑا خطرہ رہتا ہے کہ خود کام کرنے والے غلطیوں اور غلط فہمیوں میں مبتلا نہ ہو جائیں، اس لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ کے جن بندوں نے اس کام کی فطرت اور اس کے مزاج کی اور زمانۂ حاضرہ کے دوسرے اجتماعی کاموں کے مقابلہ میں اس کے ظاہری و معنوی امتیاز کو سمجھ لیا ہے۔ اور جو اللہ کی توفیق سے اس میں برابر لگے ہوئے ہیں۔ ہر جگہ کے کم از کم خاص کارکن کام کبھی کبھی اُن کے ساتھ رہنا اپنے لئے ضروری سمجھیں۔ اگرچہ اس کام کے اصول اور طریقۂ کار کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور "دعوت اصلاح و تبلیغ" وغیرہ مستقل رسالوں اور پمفلٹوں کے علاوہ اس سلسلہ میں جو خطوط آپ حضرات کو اب تک لکھے جا چکے ہیں۔ اُن میں بھی بہت کچھ ضروری باتیں آگئی ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ جس طرح زندگی کی ساری حقیقتیں مثلاً

احساسات اور جذبات الفاظ میں نہیں آ سکتے اسی طرح اس دینی دعوت اور ایمانی جدوجہد کے بہت سے اہم پہلو ایسے ہیں جو تحریر میں نہیں سمیٹے جا سکتے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سلسلہ کی ساری تحریریں بے کار اور فضول ولا یعنی ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ان تحریروں میں اس دینی دعوت کے متعلق سب کچھ آ گیا، اور اس کے آگے بس کچھ نہیں ہے۔

دعوت کے اصول و مقاصد اور طریق کار و پروگرام کے متعلق جو کچھ ان تحریروں میں لکھا گیا۔ بلا شبہ اس سے دعوت کے بہت ضروری پہلو معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور بڑی حد تک ذہن صاف ہو جاتا ہے۔ اور بہت غلطیوں اور غلط فہمیوں سے ہمارے رفقاء کو یہ تحریریں انشاء اللہ بچا سکتی ہیں، اور اس لئے ان کا بار بار مطالعہ آپ حضرات کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔

لیکن پھر بھی جیسا کہ عرض کیا گیا، دعوت کے بعض اہم پہلو ایسے ہیں۔ جن سے واقفیت کے لئے یہ تحریریں کافی نہیں ہو سکتیں اس لئے ہمارے نزدیک یہ بہر حال ضروری ہے۔ اور ناگزیر ہے کہ ہر جگہ کے کم از کم خاص صلاحیتیں رکھنے والے رفقاء کچھ اوقات کام کے سلسلہ میں خصوصی اور قدیمی کارکنوں کے ساتھ بھی صرف کیا کریں۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ دینی دعوت عہدِ حاضر کی ان ساری تحریکوں کی قسم کی کوئی تحریک نہیں ہے جن سے پوری واقفیت کے لئے اُن کے لٹریچر کا مطالعہ کافی ہو جاتا ہے اور بس لٹریچر ہی اُن کا سارا سرمایہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ دینی جد و جہد اپنی زندگیوں کو ظاہراً و باطناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی زندگی کے مطابق بنانے اور رضاءِ الٰہی اور اُخروی نیت سے دوسروں میں بھی اِس زندگی کو پیدا کرنے اور پھیلانے کی ایک عملی کوشش ہے جس کا کچھ حصہ زبان سے تعلق رکھتا ہے۔

کچھ جوارح سے یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری اعضاء سے اور کچھ قلب سے۔ اس لئے اس کے بعض پہلوؤں کو بہت اہمیت حاصل ہے بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ وہی گویا اس دعوت کے لئے بمنزلۂ روح اور قلب کے ہیں۔

اللہ تعالےٰ دینی حقیقتوں سے آشنائی ہم سب کو نصیب فرمائے

والسلام

ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۲ھ ماہنامہ الفرقان
از مرکز لکھنؤ۔